Www.kashmirulyoum.com.pk

کشمیری عوام کی امنگوں کا ترجمان
راولپنڈی

کشمیر الیوم

ماہنامہ
(رجسٹرڈ)

جلد نمبر 23، شمارہ نمبر 1، اگست 2025ء صفر/ ربیع اول ۱۴۴۷

مجلس مشاورت

متین فکری

عرفان صدیقی
حامد میر

سرور منیر راؤ
رُباب عائشہ
عاصم قدیر رانا

مدیرِ اعلیٰ : شیخ محمد امین

مدیر : فاروق احمد

نمائندگان

شمالی پنجاب : ارشد ایوب
آزاد جموں وکشمیر : غازی محمد اعظم
گلگت بلتستان : عبدالہادی ہونجوی
سرینگر : سید مزمل حسین سہروردی
جموں : وجے کمار رینا
لداخ : جعفر حسین علوی
لندن : انوار الحق
نیویارک : فائزہ نذیر

ڈیزائننگ : شیخ ابوحماد
کمپوزنگ :
مینیجر فائنانس / سرکولیشن : شبیر یوسف
معاون سرکولیشن : طارق احمد

انچارج شعبہ اشتہارات : راجہ محمد شفیق

ویب انچارج : ڈاکٹر بلال احمد

اس شمارے میں

اداریہ	کشمیر کی بے بسی اور عالمی منافقت!!!	چیف ایڈیٹر کے قلم سے	3
گرداب	کشمیر میں بھارتی جمہوریت کی چتا	سید عارف بہار	4
فکرونظر	جموں وکشمیر۔فرقہ واریت کی آگ پھر بھڑکانے کی کوشش	محمد شہباز بڈگامی	6
تذکرہ شہداء	شہید کمانڈر محمد سلیمؒ	قیصر یعقوب	8
فکرودانش	موت کے حصار میں زندگی	محمد احسان مہر	12
اظہارحق	بیس کیمپ یا اقتدار کا ریس کیمپ؟	سید عمر اویس گردیزی	13
عالمی پریس	وائٹ ہاؤس کے 'بلیو روم' سے فی الحال انتاہی	منصور جعفر	17
اظہارخیال	پروفیسر خورشید احمدؒ کا شوقِ مطالعہ	محمد صادق کھوکھر	19
یادرفتگاں	آہ! ماسٹر سید نذیر الدین	مجاہد ابوموسیٰ/صابر حسین	21
رپورٹ	یوم شہادت شہید برہان وانیؒ	صائم فاروقی	22
داستان حجازی	راہ حق میں ہوئے میرے حادثے کی کہانی میری زبانی	وسیم حجازی	23
سوال وجواب	آپ نے پوچھا ہے!!!	مفتی خالد عمران خالد	24
فلسطین	اسرائیل بدترین غاصب ریاست	وائس چانسلر جامع الازہر	27
علامہ اقبالؒ	علامہ اقبالؒ اور حقیقی آزادی	پروفیسر یوسف سلیم چشتی	29
کشمیر کے شب وروز	مجاہدین اور بھارتی فوج کے درمیان خونی معرکے	ہمایوں قیصر	31

ماہنامہ کشمیر الیوم میں شائع ہر کالم، کالم نگار کی ذاتی آراء پر مبنی ہوتا ہے، جس سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں (چیف ایڈیٹر)

پبلشر : خواجہ محمد شہباز
مقامِ اشاعت : D-1005، سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی
مطبع : والضحیٰ پرنٹرز، قیصر پلازہ، صدر، راولپنڈی

Regd. No. 885
Mails. B/NPR-234

قیمت 50 روپے، سالانہ زرتعاون 500 روپے

خط وکتابت اور رابطہ کیلئے: دفتر ماہنامہ "کشمیر الیوم" NA/300-A نیو ملپور ڈبل روڈ راولپنڈی Kashmirulyoum2014@gmail.com, 051-4934369

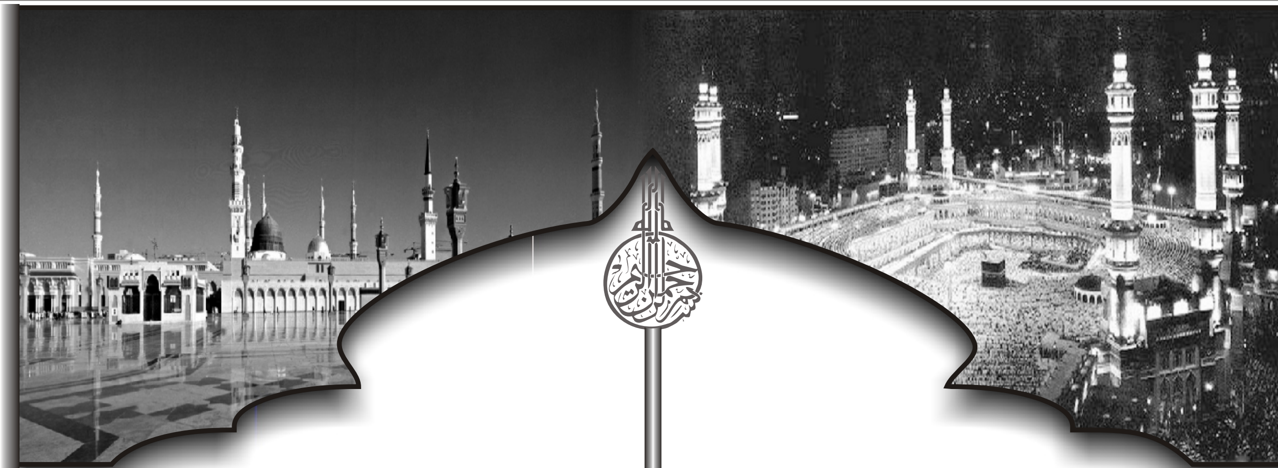

القرآن

اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے!!!

یہ لوگ بھلائی سے پہلے برائی کے لیے جلدی مچا رہے ہیں حالانکہ ان سے پہلے (جو لوگ اس روش پر چلے ہیں ان پر خدا کے عذاب کی) عبرت ناک مثالیں گزر چکی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرا ربّ لوگوں کی زیادتیوں کے باوجود ان کے ساتھ چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تیرا ربّ سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ لوگ جنہوں نے تمہاری بات ماننے سے انکار کر دیا ہے، کہتے ہیں کہ اس شخص پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری تم تو محض خبردار کر دینے والے ہو، اور ہر قوم کے لیے ایک رہنما ہے۔ اللہ ایک حاملہ کے پیٹ سے واقف ہے۔ جو کچھ اس میں بنتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اس میں کمی یا بیشی ہوتی ہے اس سے بھی وہ باخبر رہتا ہے۔ ہر چیز کے لیے اس کے ہاں ایک مقدار مقرر ہے۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر، ہر چیز کا عالم ہے۔ وہ بزرگ ہے اور ہر حال میں بالاتر رہنے والا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص خواہ زور سے بات کرے یا آہستہ، اور کوئی رات کی تاریکی میں چھپا ہوا ہو یا دن کی روشنی میں چل رہا ہو، اس کے لیے سب یکساں ہیں۔ ہر شخص کے آگے اور پیچھے اس کے مقرر کیے ہوئے نگراں لگے ہوئے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔ اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی، نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔ وہی ہے جو تمہارے سامنے بجلیاں چمکاتا ہے جنہیں دیکھ کر تمہیں اندیشے بھی لاحق ہوتے ہیں اور امیدیں بھی بندھتی ہیں۔ وہی ہے جو پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھاتا ہے۔

سورہ الرعد آیت نمبر 06 تا 12 تفہیم القرآن سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

الحدیث

سات قسم کے لوگ جو اللہ کے سایہ میں رہیں گے!!!!

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ انصاف کرنے والا حاکم، وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہے، دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں، اسی پر وہ جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے، ایسا شخص جسے کسی خوبصورت اور عزت دار عورت نے بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ انسان جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگ جائیں

(بخاری)

حشر میں ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بن ختنہ اٹھایا جائے گا!!!

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ”لوگو! بیشک تم حشر میں ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بن ختنہ اٹھائے جاؤ گے“، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ۔(الأنبیاء 10) ترجمہ۔۔۔”جیسا کہ ہم نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا ہم ایسے ہی لوٹائیں گے (یعنی دوبارہ اٹھائیں گے) یہ ہماری طرف سے ایک وعدہ ہے جس کو ہم پورا کر کے رہیں گے“۔

(سنن دارمی)

کشمیر کی بے بسی اور عالمی منافقت!!!

ہر سال 14 اگست کو پاکستان اپنا یومِ آزادی مناتا ہے، اور اگلے ہی دن 15 اگست کو بھارت اپنی آزادی کا جشن مناتا ہے۔ ان دو تاریخوں کے درمیان ایک ایسی سرزمین ہے جو کبھی اپنی خودمختاری، اپنی منفرد شناخت اور اپنے وجود کی مالک تھی۔ جموں وکشمیر آج یہ خطہ مقبوضہ کشمیر کی حیثیت میں جبر واستبداد کے سائے تلے دب کر رہ گیا ہے۔ 1947 میں برصغیر کی تقسیم کے وقت، جعلی الحاقِ ہند کی دستاویز کے ذریعے بھارت نے کشمیر پر قبضہ کر کے ایک ایسا جرم کیا جس کے بھیانک نتائج نہ صرف کشمیری عوام بلکہ پاکستان اور بھارت کے عوام بھی بھگت رہے ہیں۔ ایک تاریخی ریاست دو حصوں میں تقسیم ہوئی، اور اس تقسیم نے خطے کے امن کو ہمیشہ کے لیے خطرے میں ڈال دیا۔ اقوامِ متحدہ نے 1948 میں استصوابِ رائے کے ذریعے کشمیریوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کیا، لیکن یہ قرارداد اور اس جیسی درجنوں دیگر قراردادیں آج تک کاغذی دستاویزات سے آگے نہ بڑھ سکیں۔ کشمیری عوام نے اس جبری تقسیم کو کبھی قبول نہیں کیا اور پہلے دن سے بھارت کے خلاف مزاحمت شروع کی۔ 1980 کی دہائی سے اس تحریک نے زور پکڑا، جسے دبانے کے لیے بھارتی فوج نے تشدد، جبری گمشدگیوں، اور ماورائے عدالت قتل جیسے غیر انسانی ہتھکنڈوں کا سہارا لیا۔ لاکھوں کشمیری اپنی شناخت اور آزادی کے لیے شہید ہوئے، لیکن ان کا خواب آج بھی ادھورا ہے۔ بھارتی قیادت نے ظلم وجبر کی ہر حد پار کی۔ وقت کے ساتھ ظلم کی نوعیت بدلتی رہی، اور 5 اگست 2019 کو مودی حکومت نے رہی سہی نیم خودمختاری بھی چھین لی۔ دفعہ 370 اور 35A کو یکطرفہ طور پر ختم کر کے جموں وکشمیر کو دو یونین ٹیریٹریز میں تقسیم کر دیا گیا۔ اب اسرائیلی طرز پر اس مسلم اکثریتی ریاست کی شناخت کو اقلیت میں تبدیل کرنے کی منظم کوششیں جاری ہیں۔ آج جب بھارت اور پاکستان میں آزادی کے جشن منائے جا رہے ہیں، کشمیری اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں۔

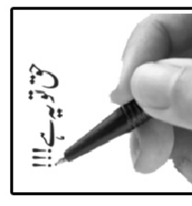

لاک ڈاؤن، پیلٹ گنز، گرفتاریاں، اور انسانی حقوق کی پامالیاں اس وادی کو قید خانہ بنائے ہوئے ہیں۔ اقوامِ متحدہ میں دونوں ممالک نے کشمیریوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کیا، وعدے کیے، قراردادیں منظور کیں، لیکن بھارت کے ظالمانہ رویے نے ان سب کو محض کاغذی کارروائی بنا کر رکھ دیا۔ عالمی طاقتیں اور اقوام متحدہ اس خطے میں تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہیں۔ انہیں نہ کشمیریوں کی قربانیاں نظر آتی ہیں، نہ انسانی حقوق کی پامالیاں۔ ان کی نظروں میں صرف اپنے مفادات، اسلحے کی تجارت، اور سیاسی ایجنڈوں کی بساط ہے۔ کشمیر کا حل طلب مسئلہ دو ایٹمی طاقتوں کے درمیان کسی بھی وقت جنگ کا باعث بن سکتا ہے۔ ایسی جنگ جو نہ صرف کشمیر بلکہ پورے جنوبی ایشیا کو تباہی سے دوچار کر سکتی ہے۔ مئی میں دونوں ممالک کے درمیان مختصر دورانیے کی کشیدگی نے شاید یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ کشمیر کا مسئلہ ایک چھوٹی سی چنگاری سے شعلہ بن کر عالمی امن کو خاکستر کر سکتا ہے۔ لیکن عالمی ضمیر اب بھی سو رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کشمیری کیا کریں؟ کب تک ظلم سہتے رہیں؟ کب تک ان کے شہدا کا لہو رائیگاں جاتا رہے؟ کب تک عالمی ادارے اپنی بے بسی کا رونا روتے رہیں گے؟ تاریخ گواہ ہے کہ غلامی ہمیشہ نہیں رہتی، اور آزادی کبھی مفت نہیں ملتی۔ کشمیریوں کے پاس اب ایک ہی راستہ ہے: استقامت کے ساتھ مزاحمت کا۔ انہیں اللہ پر بھروسہ رکھنا ہوگا۔ اقوامِ متحدہ کی قراردادیں ہوں یا انسانی حقوق کی تنظیمیں، سب اپنی جگہ، لیکن کشمیریوں کو اپنی آزادی کا سفر خود طے کرنا ہوگا۔ جب برصغیر میں آزادی کے نغمے گونج رہے ہیں، کشمیر کی فضاؤں میں صرف ایک ہی صدا گونجنی چاہیے ہم کیا چاہتے؟ آزادی! آزادی کا مطلب کیا لاالہ الا اللہ

یہ آزادی اللہ کی وحدانیت کے عظیم نعرے لاالہ الا اللہ سے جڑی ہے، جو ظلم کے خلاف کلمہ حق بلند کرنے کی عظیم طاقت رکھتا ہے۔ کشمیریوں کی جدوجہد اسی کلمے کی روح سے جڑی ہے، اور یہی ان کی فتح کی نوید ہے۔

کشمیر میں بھارتی جمہوریت کی چتا

سید علی گیلانی ؒ ایک دریچے سے اہلکاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ یہ تمہاری جمہوریت کا جنازہ ہے، دنیا تمہاری جمہوریت کی لاش دیکھ رہی ہے

سید عارف بہار

گزشتہ دہائی میں جب کشمیر میں عوامی مزاحمت کی ایک تحریک چل رہی تھی تو برسوں سے نظر بند کشمیری رہنما سید علی گیلانی ؒ کی اپنے گھر میں ایک وڈیو وائرل ہوئی تھی ۔سید علی گیلانی احتجاجی مظاہرین میں شامل ہونے کے لئے گھر سے نکلنا چاہتے تھے مگر باہر موجود پولیس اہلکاروں نے گیٹ کو تالا لگا رکھا تھا اور سید علی گیلانی ؒ ایک دریچے سے اہلکاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ یہ تمہاری جمہوریت کا جنازہ ہے، دنیا تمہاری جمہوریت کی لاش دیکھ رہی ہے ۔برسوں بعد جب کشمیر میں بظاہر جمہوریت بحال ہو چکی ہے اور کشمیر کی سب سے پرانی جماعت نیشنل کانفرنس کے عمر عبداللہ وزیر اعلیٰ منتخب ہو چکے ہیں اور اس بار کے انتخاب میں کشمیری عوام کی رائے کسی حد تک شامل ہے کیونکہ کشمیری عوام نے پانچ اگست 2019 کو کشمیر کی خصوصی شناخت ختم کرنے کے ردعمل میں بھارتیہ جنتا پارٹی اور اس کے ہمنواؤں اور پراکسی اتحادیوں کو مسترد کر کے نیشنل کانفرنس کو ایک کشمیری جماعت ہونے کی بنا پر بڑے پیمانے پر ووٹ دیئے

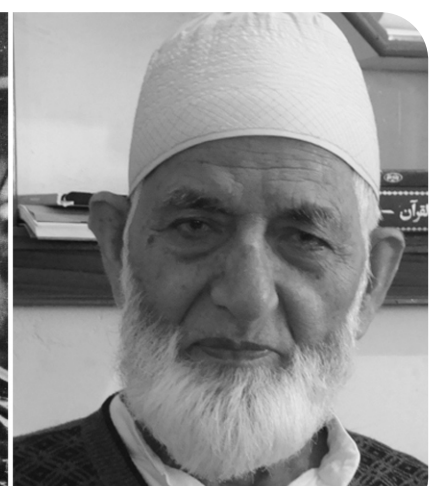

۔یوں عمر عبداللہ کی حکومت پہلی بار کشمیری عوام کی مقبول سوچ کی پیداوار اور آئینہ دار ہے ۔اس کے باوجود عمر عبداللہ بے بسی کی ایک تصویر بن کر رہ گئے ہیں ۔دہلی کے حکمران حسب روایت ان پر اعتماد کرنے کو تیار نہیں دوسرے لفظوں میں انہیں کشمیری عوام کی رائے کے احترام میں چنداں دلچسپی نہیں ۔عمر عبداللہ برسرعام اپنی بے اختیاری اور بے بسی کو روناروتے نظر آتے ہیں ۔یونین ٹیریٹری سے دوبارہ ریاستی درجہ حاصل کرنا تو درکنار وہ پولیس اور بیوروکریسی پر بھی کنٹرول حاصل نہیں کر سکتے ۔طاقت کا محور و مرکز کشمیری عوام کے منتخب نمائندے عمر عبداللہ کی جگہ بدستور دہلی کا مقرر کردہ غیر منتخب لیفٹیننٹ گورنر منوج سنہا ہے ۔پولیس فورس بیوروکریسی سمت تمام بڑے ادارے اور فیصلے انہی کے کنٹرول میں ہیں اور عمر عبداللہ کا کام فقط کھانے سونے اور گھوم پھر کر تصاویر بنوانے تک محدود ہے ۔یہ حقیقت میں کسی فرد کی نہیں کشمیری عوام کی سوچ اور رائے کی توہین ہے ۔گویا کہ بھارتی حکمران کشمیریوں کی اس اختلافی سوچ کو بھی قبول کرنے کو تیار نہیں کہ انہوں نے بھارتیہ جنتا پارٹی کے مقابلے میں ایک مقامی جماعت کا انتخاب کیوں کیا۔اب صورت حال یہ ہے کہ گورنر منوج سنہا ہندو آبادی کی ترجمانی اور سرپرستی کرتے آرہے ہیں

عمر عبداللہ بے بسی کی ایک تصویر بن کر رہ گئے ہیں ۔دہلی کے حکمران حسب روایت ان پر اعتماد کرنے کو تیار نہیں دوسرے لفظوں میں انہیں کشمیری عوام کی رائے کے احترام میں چنداں دلچسپی نہیں ۔عمر عبداللہ برسرعام اپنی بے اختیاری اور بے بسی کا رونا روتے نظر آتے ہیں ۔یونین ٹیریٹری سے دوبارہ ریاستی درجہ حاصل کرنا تو درکنار وہ پولیس اور بیوروکریسی پر بھی کنٹرول حاصل نہیں کر سکتے ۔طاقت کا محور و مرکز کشمیری عوام کے منتخب نمائندے عمر عبداللہ کی جگہ بدستور دہلی کا مقرر کردہ غیر منتخب لیفٹیننٹ گورنر منوج سنہا ہے

اور عمر عبداللہ مسلمانوں کی ترجمانی کر رہے ہیں جس کا مقصد ریاست میں جموں اور وادی اور مسلم اور غیر مسلم کی تقسیم کو گہرا کرنا اور اس ریاست کے مزید حصے بخرے کرنے کی بنیاد رکھنا ہے ۔بھارت اس مسئلے کی ایسی مائیکرو مینجمنٹ کر رہا ہے کہ حقیقی مسئلہ کشمیر وادی کے کشمیری سپیکنگ مسلمانوں کا دردسر بن کر رہ جائے وہ اس طویل اور ہمہ جہتی تنازعے سے پہاڑی گوجری اور بکروال کے نام پر مسلمانوں کی نمائندگی اور شراکت مزید کم کرنا چاہتا ہے ۔اسی لئے تاریخ میں پہلی بار اب جموں وکشمیر میں یوم شہدئے کشمیر منانا بھی ممنوع قرار پاچکا ہے ۔یہ دن 1931 کے ان شہدا کی یاد میں منایا جاتا ہے جو سری نگر سینٹرل جیل کے سامنے ایک مقدمے کی سماعت کے موقع پر اذان دیتے ہوئے شہید کئے گئے تھے ۔اس وقت کشمیر پر جموں سے تعلق رکھنے والے ڈوگرہ ہندو مہاراجہ ہری سنگھ کی حکومت تھی اور شہید ہونے والے تمام افراد کا تعلق مسلمان آبادی اور وادیٔ کشمیر سے تھا اس لیے سخت گیر ہندو ذہنیت کو یوم شہدائے کشمیر سے ایک خوف سا محسوس ہوتا ہے ۔پانچ اگست کے بعد جب طاقت

تاریخ میں پہلی بار اب جموں وکشمیر میں یوم شہدائے کشمیر منانا بھی ممنوع قرار پاچکا ہے ۔یہ دن 1931 کے ان شہدا کی یاد میں منایا جاتا ہے جوسری نگر سینٹرل جیل کے سامنے ایک مقدمے کی سماعت کے موقع پر اذان دیتے ہوئے شہید کئے گئے تھے ۔اس وقت کشمیر پر جموں سے تعلق رکھنے والے ڈوگرہ ہندو مہاراجہ ہری سنگھ کی حکومت تھی اورشہید ہونے والے تمام افراد کا تعلق مسلمان آبادی اوروادیٔ کشمیر سے تھااس لیے سخت گیر ہندو ذہنیت کو یوم شہدائے کشمیر سے ایک خوف سامحسوس ہوتا ہے

اورفیصلہ سازی کے مراکز اورسوچ کے انداز اورزاویے یکسر تبدیل ہوچکے ہیں یوم شہدائے کشمیر منانے پرعملی طور پر پابندی عائد کردی گئی ہے ۔اس کا آغاز اس دن کی تعطیل کی منسوخی سے ہوا تھا جس کے بعد لوگوں نے ذاتی حیثیت میں مزارشہدا پر جاکران کی یاد منانے کی کوشش کی مگر یہ کوشش بھی انتہا پسند ذہنیت کوگوارانہ ہوئی اوراس ساری سرگرمی کوممنوع قرار دیا گیا ۔ اس بار عمر عبداللہ کی حکومت نے سرکاری طور پر یوم شہدائے کشمیر منانے کی کوشش کی مگر دہلی کے فیصلہ سازوں نے اس کوشش کو جس بری طرح ناکام بنایااس سے بھارت کی جمہوریت اورکشمیر میں اس جمہوریت کی حقیقت بھی مذاق بن کر رہ گئی ۔تیرہ جولائی کوسری نگر کے مرکزی علاقے کوناکوں اورخار دارتاروں سے ڈھانپ دیا گیااورلوگوں کی نقل وحرکت پر پابندی عائد کی گئی ۔عمر عبداللہ اوران کی کابینہ کے ارکان کوگھروں میں نظر

بند کیا گیا۔یہ حقیقت میں کشمیری جذبات اورکشمیریت کا مضحکہ اُڑانے والی بات تھی ۔دوسرے روزعمر عبداللہ نے پھر تیرہ جولائی کے شہدا کے مزاروں پرحاضری دینے کی کوشش کی تو اس سے پھر ناکام بنانے کی کوشش کی گئی یہاں تک عمر عبداللہ ایک رکشہ میں ،ان کی کابینہ کی خاتون رکن سکینہ ایتو سکوٹر پربیٹھ کرمزارشہد پہنچنا پڑاجہاں پولیس نے انہیں احاطے میں داخل ہونے سے روکنے کی کوشش کی ۔عمر عبداللہ اوران کے ساتھ دیواروں اورتاریں پھلانگ کر احاطے میں داخل ہوئے ۔سوشل میڈیا پر دیواریں پھلانگنے کی یہ وڈیو بھی وائرل ہوئی ۔احاطے میں داخل عمر عبداللہ اورفاروق عبداللہ نے فاتحہ خوانی کی ۔عمر عبداللہ نے ایکس پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے

ہوئے کہا کہ یہ سب کچھ اس لئے کیا جارہا تھا کہ لوگ ان بہادروں کی قبروں پر نہ جاسکیں جنہوں نے کشمیریوں کو آواز دینے اور بااختیار بنانے کے لئے اپنی جانوں کا ندرانہ پیش کیا ۔ان کا کہنا تھا کہ تیرہ جولائی کا قتل عام ہمارے لیے جلیانوالہ باغ کی طرح ہے ۔انہوں نے کہانی کو نیا اور خوش گوار موڑ دینے کے لئے یہ موقف اپنایا کہ جن شہدا نے اپنی جانیں قربان کیں وہ برطانوی بالادستی کے خلاف تھے کیونکہ اس وقت کشمیر پر بالواسطہ طور پر برطانیہ کی ہی بالادستی تھی ۔یہ سچے ہیرو آج محض اس لئے ولن بنائے جارہے ہیں کہ یہ مسلمان تھے ۔ان کا کہنا تھا کہ آج جمہوریت کا گلا گھونٹا گیا ہے ۔عمر عبداللہ نے اس واقعے پر بھارتی اورکشمیری میڈیا کی خاموشی کو بھی ہدف تنقید بنایااور کہا کہ شاید انہیں ملنے والے لفافے ان کی ضمیر سے زیادہ موٹے تھے ۔ عمر عبداللہ کی باتیں اپنی جگہ مگر حقیقت یہ ہے کہ یوم شہدا کے موقع پرہونے والی یہ آنکھ مچولی کشمیریوں کے زخمی اور مضمحل قومی وجود میں ایک اور تیر پیوست کرگئی ہے ۔مہاراجہ ہری سنگھ اور کانگریس کی قیادت کے درمیان ذہنی ہم آہنگی نہیں تھی اور مہاراجہ کشمیر کا بھارت سے الحاق کرنے کی بجائے اسے خودمختار ریاست کے طور پر بحال رکھنا چاہتا تھا۔اس کے برعکس مہاراجہ کشمیر کے مسلم لیگی قیادت کے ساتھ خوش گوار تعلقات تھے اور قائد اعظم محمد علی جناح مہاراجہ ہری سنگھ کی کئی مقدمات میں وکالت کرتے رہے تھے اور یہی مہاراجہ ہری سنگھ تھے جن سے بھارتی حکمرانوں نے الحاق کی دستاویز پر دستخط حاصل کرنے کے بعد انہیں مکھن سے بال کی طرح نکال باہر کیا۔کانگریس کی قیادت ہم مذہب ہونے کے باوجود مہاراجہ ہری سنگھ کے مسلم لیگی قیادت کے ساتھ تعلقات کے باعث ان سے نفرت کرتی رہی ۔اس کا اندازہ مجھے 2005 میں اس وقت ہوا جب ہم جموں سے تعلق رکھنے والے سوشل ایکٹوسٹ اورکانگریس کے حامی اور گاندھین کہلانے والے مسٹر ایس پی ورما کے ساتھ جموں شہر کی سیر کررہے تھے تو انہوں نے اشارہ کیا وہ سامنے ہری سنگھ کا محل ہے ۔میں نے پوچھا کہ اب اس میں کون رہتا ہے تو مسٹر ورما نے نہایت حقارت کے ساتھ کہا کہ اب یہاں کتے بلیاں پیشاب کرتے ہیں ۔مہاراجہ سے کانگریس کی نفرت کی ایک اور وجہ پاکستان سے کیا جانے والا معاہدہ قائمہ یعنی Stand still agreement بھی ہے ۔وقت ایسا بدل گیا اب وہی مہاراجہ ہری سنگھ انتہا پسندوں کا ہیرو بن گیا ہے اور وہ مسلمانوں پر توہین مہاراجہ کا قانون لاگو کرنا چاہتے ہیں ۔

جناب سید عارف بہار آزاد کشمیر کے معروف صحافی دانشور اور مصنف ہیں ۔کئی پاکستانی اخبارات اور عالمی شہرت یافتہ جرائد میں لکھتے ہیں ۔تحریک آزادی کشمیر کی ترجمانی کا الحمد للہ پورا حق ادا کر رہے ہیں ۔کشمیر الیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں

مقبوضہ جموں وکشمیر: فرقہ واریت کی آگ پھر بھڑکانے کی کوشش

محمد شہباز

مقبوضہ جموں وکشمیر جوصوفیوں،رشیوں اور پیروں کی سرزمین ہے،بلکہ یہ ”پیرء وار“ کے نام سے بھی مشہور ہے۔پھرا یکبار فرقہ واریت کی آگ سے بال بال بچ گئی ہے،جب عمران رضا انصاری جو کہ سجاد لون کی پیپلز کانفرنس کے جنرل سیکرٹری ہیں،نے پیغمبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر اصحاب رض کی ذات کونشانہ بنا کرگستاخی اور نازیبا الفاظ کہے۔ظاہر ہے اس کے نازیبا الفاظ سنی مکتبہ فکر پر براہ راست حملہ ہیں۔بھلا ہو متحدہ مجلس علما کا،جس نے بروقت آگ پر قابو پالیا،جس کی تپش شاید مدتوں محسوس کی جاتی۔متحدہ مجلس علما کے علاوہ شیعہ مکتبہ فکر کے سرکردہ افراد اورعلما جن میں آغا سید حسن الموسوی، مولوی مسرورعباس انصاری اورآغا سید محمد ہادی نے عمران رضا انصاری کے اشتعال انگیز اور بیہودہ بیانات سے مکمل لاتعلقی کا اعلان کرتے کہا ہے کہ اس قسم کی زبان درازی اسلامی تعلیمات کے باکل برعکس اورناقابل برداشت ہے۔متحدہ مجلس علمانے عمران رضا انصاری کے سماجی بائیکاٹ کا اعلان بھی کیا ہے۔عمران رضا انصاری نے جس زبان درازی کاارتکاب کیاہے،اس کے پیچھے چھپے گہرے محرکات کوسمجھنے کی ضرورت ہے کہ مقبوضہ جموں وکشمیر میں فرقہ وارانہ آگ بھڑکانے کی سازش ایک ایسے موقع پر کیونکرضرورت محسوس کی گئی جب مودی اوراس کے حواریوں کو تمام محاذوں پرناکامی کاسامنا کرناپڑا۔پہلگام واقع کے بعد جنگی جنون میں مبتلامودی اوراس کےٹولے نے اہل کشمیرکومن حیث القوم دہشت گردی کیساتھ نتھی کرنے کی بھرپورکوشش کی، پھر 06اور 07 مئی کی رات پاکستان اورآزادکشمیر میں مساجداور مدارس پرجارحیت کاارتکاب کرکے بچوں اورخواتین سمیت 31 افرادشہید اوردرجنوں زخمی کیے۔جس کے جواب میں پاکستان نے نہ صرف تین رافیل سمیت چھ بھارتی جنگی جہاز مارگرائے بلکہ 09اور 10 مئی کی رات کوپاکستان نے 26 بھارتی فوجی تنصیبات اوردفاعی اثاثوں کونشانہ بناکرانہیں ملیامیٹ کیااور اس کے بعد بھارت بالخصوص مودی کو سفارتی سطح پر جس ہزیمت کامنہ دیکھنا پڑا،اس نے بھارتی حکمرانوں کومکمل طور پر ذہنی لاغر بنادیا ہے۔کیونکہ خود بھارت کے تجزیہ کاروں اوردفاعی ماہرین نے پاکستان کے ہاتھوں بھارت کی شکست اورخارجہ پالیسی کی ناکامیوں کاکھل کراعتراف کیا۔اب فرقہ واریت کا زہر جوسب سے کارگرہتھیار سمجھا جاتا ہے بھارتی حکمرانوں کی ایما پرمقبوضہ جموں وکشمیر کےطول وعرض میں پھیلانے کی کوشش کی گئی۔اس کیلئے ایک ایسے شخص کاانتخاب کیا گیا،جن کے والد مولوی افتخار حسین انصاری گوکہ مرتے دم تک بھارت نواز سیاست میں سرگرم رہے،مگرانہوں نے بھی کبھی اپنی زندگی میں صحابہ کبار کے بارے میں ایسے الفاظ نہیں کہے۔عمران رضا انصاری کا انتخاب اس لیے بھی کیا گیا کیونکہ وہ شیعہ مکتبہ فکرکیساتھ تعلق رکھتا ہے۔اگراس آگ پرسنی اورشیعہ مکتبہ فکر کے اکابرین بروقت پانی ڈالنے کا کام نہ کرتے،تو نہ جانے پورے مقبوضہ جموں وکشمیر میں صورتحال کیارخ اختیار کرتی۔کیونکہ ماضی میں بھی بھارتی حکمرانوں نے کئی بارمقبوضہ جموں وکشمیر میں شیعہ سنی آگ بھڑکائی۔اس وقت سید علی گیلانی،مولوی عباس انصاری ،میر واعظ عمر فاروق ،محمد یاسین ملک اورآغا سید حسن بڈگامی نے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کوبرقراررکھنے اورمذموم بھارتی عزائم کوناکامی سے دوچارکرنے میں جواہم کردار نبھایا ہے،وہ بھی تاریخ کا حصہ ہے۔اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے لیکر آج تک دشمن نے ہمیشہ مسلمانوں کی صفوں میں ایسے افراد تلاش کیے ،جو مذہبی منافرت،مسلکی آگ بھڑکانے اورمسلم بھائی چارے کوپارہ پارہ کرنے میں دشمن کے آلہ کار بنے،عمران رضا انصاری بھی دشمن کا ہی ایک آلہ کار،مذہبی منافرت پھیلانے اورمسلم بھائی چارے کو تباہی وبربادی سے دوچارکرنے میں بدنام زمانہ ہیں۔ورنہ کوئی کلمہ گومسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثارصحابہ سے متعلق زبان درازی کرنادورکی بات ،سوچ بھی نہیں سکتا ہے،کیونکہ صحابہ کبار کیساتھ محبت ایمان کا تقاضا ہے۔مملکت ایران جوشیعہ مکبتہ فکرکا سب سے بڑاملک اورمرکز ہے،کے اعلی رہبرآیت اللہ علی خامنہ ای حال کے علاوہ چند برس قبل یہ فتوی صادرکرچکے ہیں کہ ازواج مطہرات ، اصحاب رسول اورصحابہ کبار سے متعلق زبان درازی نہ صرف ناقابل قبول ہے،بلکہ حرام ہے اورجوشخص ایسا کرے گا،وہ اپنے ایمان سے ہاتھ دھوئے گا۔جناب آیت اللہ خامنہ ای کوپوری دنیا کی شیعہ برادری ، ان کے اکابرین اورعلما کےنزدیک بڑی قدرومنزلت ہے،اب جب عمران رضاانصاری جیسے لوگ جوخود کو شیعہ مکتبہ فکرکا پھنے خان سمجھتا ہے ،کیا اس پرجناب آیت اللہ خامنہ ای کافتوی صادرنہیں آتا؟ یقینا آتا ہے اورشیعہ مکتبہ فکرکیساتھ وابستہ جولوگ ابھی بھی عمران رضاانصاری کو اپنی مجالس اورمحافل میں بلاتے ہیں،وہ اپنے طرزعمل پرسنجیدہ غورفکرکریں۔ایسے افرادکسی بھی مہذب معاشرے،سماج اور

> مقبوضہ جموں وکشمیر کی سرزمین کے عوام نے ہمیشہ دشمن کے حربوں اور ہتھکنڈوں کواپنے بھائی چارے،اتحاد اوریکجہتی سے ناکامی سے دوچارکیا ہے،آج پہلے سےکہیں زیادہ اتحاد ویگانگت اور اہمیت کی ناگزیرضرورت ہے۔فرقہ وارانہ آگ بھڑکاناہل کشمیر کے وجوداورلاکھوں قربانیوں سے مزین تحریک آزادی کیلئے سم قاتل ہے اور جوکوئی بھی اورجس مکتبہ فکرکیساتھ وابستہ فرد ،اشخاص یا گروہ فرقہ وارانہ آگ بھڑکانے کی کوشش کریں گے،وہ کشمیری عوام اورتحریک آزادی کے خیرخواہ نہیں بلکہ صرف اورصرف بھارت کے خاکوں میں رنگ بھرنے والے شمار ہوں گے

لوگوں میں ناسور، قابل نفرت اور دھتکارنے کے قابل ہوتے ہیں۔مقبوضہ جموں وکشمیر کی سرزمین کے عوام نے ہمیشہ دشمن کے حربوں اور ہتھکنڈوں کو اپنے بھائی چارے، اتحاد اور یکجہتی سے ناکامی سے دوچار کیا ہے، آج پہلے سے کہیں زیادہ اتحاد و یگانگت اور اہمیت کی ناگزیر ضرورت ہے۔فرقہ وارانہ آگ بھڑکانا اہل کشمیر کے وجود اور لاکھوں قربانیوں سے مزین تحریک آزادی کیلئے سم قاتل ہے اور جو کوئی بھی اور جس مکتبہ فکر کیساتھ وابستہ فرد ،اشخاص یا گروہ فرقہ وارانہ آگ بھڑکانے کی کوشش کریں گے، وہ کشمیری عوام اور تحریک آزادی کے خیر خواہ نہیں بلکہ صرف اور صرف بھارت کے خاکوں میں رنگ بھرنے والے شمار ہوں گے۔امت مسلمہ کا شیرازہ اگر کمزور اور بکھر رہا ہے تو اس کے پیچھے یہی عوامل کارفرما ہیں کہ امت میں بانت بانت کی بولیاں اور مسلکی زہر نے ہمیں ایک دوسرے کا جانی دشمن بنایا ہے۔دشمن نہ صرف خاموشی سے تماشہ دیکھ رہا ہے بلکہ دشمن کی گولی سنی اور شیعہ میں تفریق نہیں کرتی۔دشمن کے میزائل گرتے ہیں تو کلمہ گو ہی نشانہ بنتے ہیں۔ارض فلسطین ہو، ارض کشمیر ہو، ارض ایران ہو یا بھارتی مسلمان۔دشمن ان کا مذہب یا مسلک نہیں دیکھتا۔ان کی مساجد، مدارس یا مقدسات میں تمیز نہیں کی جاتی کہ وہ فلاں مسلک یا فرقے کی ہیں۔اگر کسی کلمہ گو کو ابھی کوئی شک ہے تو غزہ، شام، لبنان، ایران، بھارت اور مقبوضہ جموں وکشمیر اس کی جیتی جاگتی مثالیں اور ثبوت ہیں۔ تحریک آزادی کشمیر جس سے لاکھوں کشمیری اپنے خون سے آبیاری کر چکے ہیں اور آج بھی قربانیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے کسی فرقہ واریت کی متحمل نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔خاصکر 05 اگست 2019 کے بعد مودی اور اس کے حواری جس سرعت کیساتھ مقبوضہ جموں وکشمیر کی مسلم اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کرنے میں مصروف عمل ہیں، ہر روز کشمیری عوام کی جائیداد و املاک، زرعی اراضی، باغات، رہائشی مکانات پر قبضہ اور مسلمان کشمیری ملازمین کو نوکریوں سے برطرف کرنے کا خوفناک سلسلہ جاری ہے، اس صورتحال میں اہل کشمیر داد تحسین کے مستحق ہیں کہ وہ حالات کے تمام تر جبر کے باوجود بھی بھارت کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتے، کوئی ذہنی مریض ہی اس اہم موڑ پر فرقہ وارایت کی آگ بھڑکانے کی حماقت کرسکتا ہے۔عمران رضا انصاری کی گستاخی کو مقبوضہ جموں وکشمیر کے ہر دونوں طبقات اور مکتبہ فکر نے جس ہمت اور جرات کیساتھ مسترد کرکے اپنے حصے کا کام کیا ہے، اسے نہ صرف تادیر یاد رکھا جائے گا بلکہ اس کی قدر کرنی چاہیے کہ اہل کشمیر میں ایسے افراد، پلیٹ فارم ابھی بھی موجود ہیں، جن کی بات کو سنا جاتا اور وزن ہے۔یہ کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔اگر عمران رضا جیسا فتنہ گر کشمیری عوام کے معاشرے میں ننگا ہو چکا ہے تو یہ سہرا ابھی تحریک آزادی کشمیر کے انہی سرخیلوں کو جاتا ہے۔بقائے باہمی کے اشتراک اور رواداری سے ہی معاشرے پروان چڑھتے ہیں، ورنہ جانوروں کی بھی اپنی ایک دنیا ہے۔ان میں اور انسانوں کی بود و باش میں صحیح اور غلط کی تمیز کا ہی فرق ہے۔عمران رضا انصاری ہو یا کوئی اور فتنہ باز، انہیں کشمیری معاشرے سے تب ہی الگ تھلگ کیا جاسکتا ہے جب اچھے اور برے میں تمیز کی جاسکے۔اس کیلئے تبدیلی کا بنیادی نکتہ انسان کے اندر سے پیدا کیا جاتا ہے، آج غور وفکر اور تدبر وتفکر اہل کشمیر کے ہر فرد کے دروازے پر دستک دے رہا ہے، کہ ہمیں ان لوگوں کی سوچ کو پروان چڑھانا ہے، جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام کی ترویج اور تحریک آزادی کشمیر کی کامیابی کیلئے وقف اور قربان کیں، یا عمران رضا انصاری کی سوچ کو یکسر رد کرنا ہے، جو محض اپنے نفس کا حریص اور ہمیشہ دشمن کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔یہ مرکزی نکتہ ہم سب کیلئے دعوت فکر ہے۔

عمران رضا انصاری ہو یا کوئی اور فتنہ باز، انہیں کشمیری معاشرے سے تب ہی الگ تھلگ کیا جاسکتا ہے جب اچھے اور برے میں تمیز کی جاسکے۔اس کیلئے تبدیلی کا بنیادی نکتہ انسان کے اندر سے پیدا کیا جاتا ہے، آج غور وفکر اور تدبر وتفکر اہل کشمیر کے ہر فرد کے دروازے پر دستک دے رہا ہے، کہ ہمیں ان لوگوں کی سوچ کو پروان چڑھانا ہے، جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام کی ترویج اور تحریک آزادی کشمیر کی کامیابی کیلئے وقف اور قربان کیں، یا عمران رضا انصاری کی سوچ کو یکسر رد کرنا ہے، جو محض اپنے نفس کا حریص اور ہمیشہ دشمن کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔یہ مرکزی نکتہ ہم سب کیلئے دعوت فکر ہے

جناب محمد شہباز بڈگامی معروف کشمیری صحافی اور کالم نگار ہیں۔
کشمیر الیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں۔

شہید کمانڈر محمد سلیمؒ ۔۔۔ راہ حق کا ایک عظیم جرنیل

قیصر یعقوب

جنت ارضی کشمیر میں جب قابض بھارتی افواج کے خلاف 1990 میں مسلح جدوجہد شروع ہوئی تو اس دھرتی پر ہیروں کی مانند ایسے نیک سیرت نوجوانوں کی کھیپ نمودار ہوئی جس نے دنیا کی بڑی طاقتوں میں شمار کی جانے والی اس فوجی طاقت کے سامنے سینہ سپر ہو کر سر دھڑ کی بازی لگا کر اور تن من دھن وار کر ایک ایسی تاریخ رقم کی جسے رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ان ہی ہیروں میں ایک ہیرا جو بھارتی طاغوت کے سامنے صف آرا ہوا اور دشمن کے خلاف جہاد شروع ہوتے ہی اس پکار پر لبیک کہہ کے اپنا نام حزب المجاہدین کے سخت جاں سرفروشوں کی صف میں لکھوایا۔خداداد اور قائدانہ صلاحیتیں ان میں پنہاں تھیں،اس بلند کردار،سیماب صفت،عقاب روح اور پاک دل و پاک باز مجاہد فی سبیل اللہ نے راہ حق میں آنے والے تمام مصائب و آلام کا خندہ پیشانی اور دلیری سے ایسا مقابلہ کیا کہ ان کی ثابت قدمی کے سامنے راستے میں آنے والی ہر مشکل خس و خاشاک کی طرح بہہ گئی۔اس کرشماتی شخصیت کی جہادی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے اتنی وسعت دی تھی کہ قلیل عرصے میں انہیں وہ مقام ملا کہ ان کا شمار نامی گرامی کمانڈروں میں ہونے لگا۔راہ حق کے اس عظیم سپاہی کا نام محمد یوسف لون ہے جو عشق بلاخیز کے قافلہ سخت جاں سے جہاد کے اولین دور میں وابستہ ہوئے اور حزب المجاہدین جموں وکشمیر کے پہلے ناظم اعلیٰ تعلیم و تربیت کی حیثیت سے شہرت پائی۔آپ کی ولادت وادی کشمیر کے ضلع بارہمولہ کے مردم خیز علاقے پٹن کے گاؤں اوسن کے ایک دینی گھرانے میں ہوئی۔خوب رو،عظیم صفت و کمالات کا مجموعہ،سیرت و صورت پاکیزہ،خوش گفتار و خوش لباس،ایسی خوبصورتی جس سے ان کی جاذب نظر شخصیت پر نگاہ پڑتے ہی دل کو فرحت محسوس ہوتی تھی۔شاید ماں باپ نے ان میں حسن یوسف کی اک جھلک دیکھ کر ہی ان کا نام یوسف رکھا۔والدین نے ان کی شروع سے دینی تربیت کی جس کے نقوش ساری زندگی ان پر چھائے رہے

بچپن سے ہی ان کے عادات جدا تھے۔آپ نے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز اپنے ہی گاؤں کے قریبی سکول سے کیا،میٹرک کی تعلیم پلہالن ہائی سکول سے حاصل کی،بعد از اں مزید تعلیم کے حصول کے سلسلے میں پٹن ہائر سکنڈری سکول میں داخلہ لیا۔ہائر سکنڈری سکول سے فارغ ہوئے اور گریجویشن سرینگر کے امر سنگھ کالج سے مکمل کی۔طالب علمی کے دور میں ہی اسلامی جمعیت طلبہ سے

وابستہ ہوئے،جماعت اسلامی مقبوضہ کشمیر کے ساتھ آپ کا تعلق خاطر حد درجہ تھا،مولانا سعدالدین صاحبؒ کا دست شفقت بھی ساتھ رہا اور جہادی زندگی کے دوران ان سے بھی فیض حاصل کرتے رہے۔یہ کہنا بجا ہوگا آپ نے جماعت اسلامی کے آغوش میں اپنی فکری زندگی کی ابتداء کی اور اپنے علاقے میں ایک ایسی شخصیت کے طور پر ابھر کر سامنے آئے کہ آپ کے فیض سے سینکڑوں چراغِ علم روشن ہوئے۔ان کا وسیع مطالعہ تھا یہی وجہ تھی کہ ان کے نظریات اور ان کے افکار میں بھی وسعت تھی۔کالج سے فارغ ہونے کے بعد اپنے علاقے کے درس گاہ میں بحیثیت استاد بھی شاہینوں کو شہبازی کا درس دینے لگے۔اسلامی کتب کا مطالعہ کرنا ان کا شغف تھا،قرآن پاک سے قلبی لگاؤ تھا،جماعت اسلامی کے ساتھ وابستگی کی بنا پر ہی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے لٹریچر کو پڑھنے کا موقعہ ملا جس نے ان

کے اندر کی صلاحیتوں کو مزید نکھارا اور ان کے علم کو اور وسعت ملی۔رات دن دعوتی کاموں میں مشغول رہنے لگے۔کبھی مسجدوں میں تبلیغ کرتے تو کبھی نوجوانوں کو اسلامی فکر دینے کے لئے ان میں دینی کتب تقسیم کرتے نظر آتے تھے۔اسلامی دعوت عام کرنے کے لیے دن رات ایک کیے۔ان پاک نفوس نے ایسے نقوش چھوڑے کہ آنے والی نسلیں ان کی دی گئی تعلیمات اور ان کی فکر سے مستفید ہوتی رہیں گی۔کمانڈر محمد سلیم کے اس داعیانہ کردار نے جو اپنی فصاحت و بلاغت میں کمال رکھتے تھے،جب بولتے تو پھول برساتے ہوئے سننے والے کے دل موہ لیتے تھے۔دین کے معاملے میں کسی مصلحت کو خاطر میں نہ لاتے تھے اس لحاظ سے کسی بڑی طاقت سے ٹکراتے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔بلکہ حق بات کہنا اپنا فرض منصبی جانتے تھے۔ایک دفعہ کا ذکر ہے ابھی مقبوضہ علاقے میں جہاد شروع نہیں ہوا تھا کہ پٹن بارہمولہ میں جماعت اسلامی مقبوضہ کشمیر کے دفتر میں تمام حلقوں کی میٹنگ ہو رہی تھی محمد یوسف بھی اس اجلاس میں شریک تھے،عمر کے لحاظ سے وہ سب سے چھوٹے تھے انہوں نے بزرگوں کو بتایا گذشتہ رات انہوں نے ایک خواب دیکھا۔پھر جوں ہی خواب کا منظر آنکھوں کے سامنے سکرین پر آیا وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ہوش آیا دوبارہ کھڑے ہوئے اور پھر خواب بیان کیا انہوں نے بتایا کہ انہیں خواب میں نبی کریمؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔آپؐ براق پر سوار ایک وسیع میدان سے جا رہے تھے۔میں نے سلام عرض کیا۔آپؐ

نے جواب عطا فرمایا، پھر ارشاد ہوا ''وقت آئے گا کہ تم میری فوج کے افسر بنو گے''۔ یہ خواب ایک دن حقیقت میں بدل گیا جب تنظیم نے ان پر ایک بھاری ذمہ داری ڈال کر انہیں حزب المجاہدین جموں کشمیر کے ناظم اعلیٰ تعلیم وتربیت کا منصب سونپ دیا۔اس خواب کو جماعت کے ایک بزرگ نے انہیں شہادت کے موقع پہ خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کے جنازے پر عوام کے سامنے بیان کیا تھا۔ 1987ء میں محمد سلیم اپنے علاقے میں مسلم متحدہ محاذ کی الیکشن مہم چلانے میں پیش پیش تھے یہی وہ دور تھا جب بندوق نے صندوق کی جگہ لی۔1990ء میں عسکری تربیت حاصل کرنے کے لئے بلند وبالا برف پوش پہاڑوں اور چوٹیوں کو سر کرنے کے بعد بیس کیمپ پہنچے تو محمد سلیم قافلے کی قیادت خود کررہے تھے۔افغانستان کے سنگلاخ چٹانوں اور یخ بستہ میدانوں میں سخت جان افغانوں کے ہمراہ بھی تربیت حاصل کی تھی۔عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد اسی سال خونی لکیر کو روند کر رزم گاہ کشمیر واپس پہنچ گئے۔ان کی صرف اپنے علاقے میں ہی نہیں بلکہ بحیثیت ناظم اعلیٰ انہوں نے ریاست گیر دورہ کیا اس دوران مجاہدین کو دینی فکر دینے کے ساتھ ساتھ انہیں منظم کرنے میں ایک کلیدی کردار ادا کیا۔عسکری صلاحیتوں کے لحاظ سے بھی وہ ایک ماہر کمانڈر ثابت ہوئے ۔دشمن کے دانت کھٹے کرنے کے لئے انہوں نے بھارتی فوج پر کارروائی کرنے کے لئے مجاہدین کے الگ الگ دستے بنائے، انہیں مختلف اسکوارڈز کے نام دیئے گئے ان ہی میں ایسا اسکوارڈ بھی تھا جو ہر وقت ان کے ساتھ موجود رہتا تھا جو کسی بھی خاص کارروائی کے لئے ہمیشہ متحرک رہتا تھا۔بحیثیت کمانڈر انہوں نے پٹن علاقے میں متعدد کارروائیاں کیں۔پہلی ہی کارروائی جس کی قیادت انہوں نے خود کی اس کارروائی میں چار بھارتی فوجی اہلکار ہلاک ہوئے ۔ایک یادگار کارروائی جو انہوں نے حیدر بیگ پٹن میں کی جہاں بھارتی فوج کی ایک بڑی چھاؤنی موجود ہے اس چھاؤنی کے اندر بھارتی فوجی یوم جمہوریہ کے حوالے سے جشن منانے کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ کمانڈر سلیم اپنے چند ساتھیوں سمیت ان پر برق کی صورت ٹوٹ پڑے ،اس کارروائی کے دوران بھارتی فوج

پٹن بارہمولہ میں جماعت اسلامی مقبوضہ کشمیر کے دفتر میں تمام حلقوں کی میٹنگ ہو رہی تھی محمد یوسف بھی اس اجلاس میں شریک تھے،عمر کے لحاظ سے وہ سب سے چھوٹے تھے انہوں نے بزرگوں کو بتایا گذشتہ رات انہوں نے ایک خواب دیکھا۔پھر جوں ہی خواب کا منظر آنکھوں کے سامنے سکرین پر آیا وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے ۔ہوش آیا دوبارہ کھڑے ہوئے اور پھر خواب بیان کیا انہوں نے بتایا کہ انہیں خواب میں نبی کریمؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔آپؐ براق پر سوار ایک وسیع میدان سے جارہے تھے ۔میں نے سلام عرض کیا۔آپؐ نے جواب عطا فرمایا، پھر ارشاد ہوا'' وقت آئے گا کہ تم میری فوج کے افسر بنو گے''۔یہ خواب ایک دن حقیقت میں بدل گیا

کو کافی جانی و مالی نقصان سے دوچار ہونا پڑا ۔ان کارروائیوں کے بعد ان کی مقبولیت میں اضافہ ہوا، بھارتی فوج نے ان کی جاسوسی کے لئے ایک جال بچھایا تھا کہ انہیں زندہ گرفتار کیا جائے۔اسی حوالے سے انہیں ایک بدطینت مخبر کے بارے میں خبر دی گئی کہ وہ دشمن کے لئے کام کرتا ہے، جاسوس کو مجاہدین کے انٹیلی جنس نیٹ ورک کی مدد سے گرفتار کیا گیا اور اسے کمانڈر محمد سلیم کے سامنے پیش کیا گیا ۔کمانڈر محمد سلیم اعلی طبیعت کے مالک تھے انہوں نے پھر بھی اسے معاف کیا اور دعا دی کہ اللہ آپ کو ہدایت دے،عفو درگزر سے کام لیا اور اس موقعہ پر کہا'' ۔ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے آج ہم اس کو بخش دیں گے،ممکن ہے اللہ اس کو بدل ڈالے''۔شہید محمد سلیم نے امیر حزب سید سلاح الدین احمد کے ساتھ شعبہ طلبہ میں بھی ان کے ماتحت کام کیا، جب ماسٹر محمد احسن ڈار حزب سے الگ ہوئے اور اس نازک موڑ پر سید صلاح الدین احمد نے حزب المجاہدین کی کمان بحیثیت سپریم کمانڈر حزب المجاہدین سنبھالی تو حزب سربراہ کی ہدایت پر اسے اپنے فرائض بحیثیت ناظم اعلیٰ تعلیم وتربیت جاری رکھنے کا حکم صادر ہوا۔انہوں نے اپنی ذمہ داری کے دوران کارہائے نمایاں انجام دیئے،تعزیرات حزب ترتیب دی، حزب المجاہدین سے وابستہ مجاہدین کے لئے نصاب مقرر کیا گیا،دن بھر مجاہدین کی سرگرمیاں کیا ہوں گی، حالات کیسے بھی ہوتے لیکن مجاہدین کو قرآن پاک سے شغف رکھنے کی تلقین کرتے تھے اور عوامی معاملات میں مداخلت سے مجاہدین کو دور رہنے کی ہدایات پر عمل کرنے پر زور دیتے تھے، یہی وجہ تھی اور ان ہی ٹھوس اقدامات کی بنا پر حزب المجاہدین نے جموں و کشمیر کے اندر ایک امتیازی مقام حاصل کیا اور عوام کی نظروں میں حزب المجاہدین کا نام ومقام ہمیشہ بلند رکھا۔یہ وہ سنہری دور تھا جب کشمیری نوجوان حزب المجاہدین کی صفوں میں شمولیت اختیار کرنے پر فخر محسوس کرتے تھے۔یہ ان پاک نفوس لوگوں کے کردار کا ہی نتیجہ تھا کہ جہاں بھی جاتے لوگ ان کے دیدار کے لئے ترستے تھے ۔اس باعمل مجاہد،انسان دوست اور دین اسلام کی خدمت کرنے والے کی اور ان سے بے پناہ محبت کرنے والے ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے چین رہتے تھے۔ان کی ایک جھلک میں نے بھی دیکھی جب ایک دفعہ پلہالن کی بستی کا بھارتی فوج نے محاصرہ کیا اور بستی کو ہر طرف سے گھیر لیا۔کمانڈر سلیم اس دوران مجاہدین کے ایک گروپ کی قیادت کررہے تھے،انہوں نے کالی چادر اوڑھ رکھی تھی، ہاتھ میں کلاشنکوف اور انگلی ٹریگر پر، بالکل کسی بھی ہنگامی صورتحال سے نپٹنے کے لئے تیار تھے،ان کے چہرے پر طمانیت تھی وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی کسی قسم کا کوئی خوف ان کے چہرے پر نظر نہیں آرہا تھا بلکہ وہ سکون سے اور بغیر کسی خوف کے پوری صورتحال کا جائزہ لے رہے تھے انہوں نے بڑی مہارت سے مرکزی راستے پر پہنچ کر کور دیتے ہوئے باقی مجاہدین کو پہلے گاؤں کی مرکزی سڑک

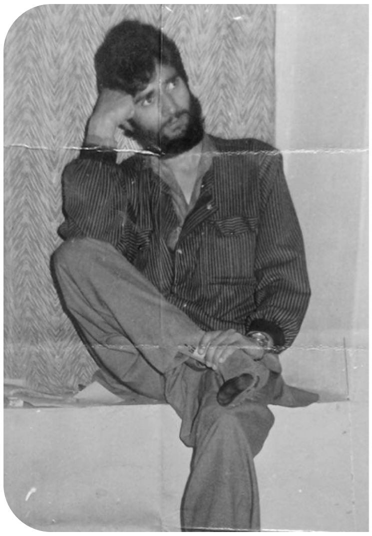

عبور کرالی پھر خود آخر پر سڑک عبور کرکے گاؤں کے دوسرے گنجان محلے میں داخل ہوئے۔ان کے گزرنے کے بعد ہی بھارتی فوج کی گشتی پارٹی اسی راستے سے گزری۔محاصرہ دن بھر جاری رہا کمانڈر کی ہدایت پر مجاہدین نے بھارتی افواج پر زور دار حملہ کرکے آخری محاصرے کی لائن بھی توڑ دی،اللہ کی نصرت سے کمانڈر سمیت پورا گروپ بغیر کوئی نقصان اٹھائے بحفاظت نکلنے میں کامیاب ہوا۔مجاہدین کی تیر بہدف کارروائیاں قابض فوج کے لئے ایک چیلنج بنتی جارہی تھیں اس لئے بھارتی فوج اس خصوصی گروپ کی تلاش میں علاقے کا چپہ چپہ چھان مارتی تھی اور آئے روز پورا علاقہ محاصروں کی زد میں ہی رہتا تھا۔محاصروں کے سلسلے کو مزید تیز کرتے ہوئے 24 اگست 1992ء میں ضلع بارہمولہ کے سوپور ہائی گام علاقے میں بھارتی فوج نے کریک ڈاؤن کرکے پورے علاقے کو گھیر لیا گھر گھر تلاشی شروع کردی،شناختی پریڈ کے لئے لوگوں کو گھروں سے باہر نکالا گیا۔حزب المجاہدین کے ناظم اعلیٰ تعلیم وتربیت اپنے چار ساتھیوں سمیت اس علاقے میں موجود تھے۔کمانڈر محمد سلیم صورتحال کو بھانپ گئے اور ساتھیوں سے کہا اگر آپ ایک چال کے طور پر ہتھیار ڈال سکتے ہو تو تمہیں اجازت ہے پھر موقعہ ملے تو جہاد کی صفوں میں شامل ہوجانا۔خود وہ آخری مقابلے کی تیاری کرچکے وہ اپنا اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کرنے کے انتظار میں تھے۔ساتھیوں نے اپنے کمانڈر کی اطاعت کرنے کا عندیہ دے دیا اور کمانڈر کو جواب دیا جہاں آپ کا خون گرے وہاں پہلے ہمارا خون گرے گا،ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔مجاہدین کی اس مٹھی بھر جماعت میں بشارت بھائی ساکن پلہالن بھی شامل تھے جو کمسن مجاہدین میں شمار ہوتے تھے۔انہیں کمانڈر کی طرف سے خصوصی طور پر کہا گیا کہ ایک جنگی حربے کے طور پر اگر آپ سرینڈر کریں بعد میں رہا ہونے کے بعد دوبارہ جہادی صفوں میں شامل ہونا۔اس کمسن مجاہد کا حوصلہ بھی دیدنی تھا انہوں نے کمانڈر سے کہا آپ شہید ہوگئے پھر جینے کا مزہ کیا اس لئے ہم سے سرینڈر نہیں ہوگا ہم آپ کے ساتھ ہی اس عظیم مقصد کی خاطر لڑیں گے جس کے لئے ہم نے بیعت کی ہے۔کمانڈر محمد سلیم اپنے ساتھیوں کی رائے جان چکے تھے کہ وہ بھی میدان میں سر کٹانے کے لئے تیار ہیں۔کمانڈر محمد سلیم اپنے محافظ دستے کے ساتھ اپنے ہائیڈ آوٹ سے باہر آئے اور دھان کی کھیتوں میں پوزیشن لے لی حالانکہ جس مکان میں وہ ٹھہرے ہوئے تھے اس کے مالک نے سوجتن کیے تھے کہ مکان میں ہی چھپے رہیں۔کمانڈر محمد سلیم نے جواب دیا یہ ہماری روایت کے خلاف ہے ہم اپنی جان بچانے کے لئے عوام کا نقصان نہیں کرسکتے۔دس گھنٹے تک معرکہ جاری رہا۔دونوں طرف سے شدید فائرنگ کا تبادلہ ہوا،مجاہدین نے آخری گولی تک مقابلہ کیا۔اس دوران بھارتی فوج کو بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا انہوں نے مزید کمک بلا کر مجاہدین پر مارٹر شیلنگ کی اور مشین گنیں استعمال کیں۔شہداء کے جسم گولیوں سے چھلنی تھے،بھارتی فوج نے شہید کرنے کے بعد شہداء کی لاشوں کی بے توقیری کی تھی ،شہید محمد یوسف لون المعروف محمد سلیم ساکن اوسن ناظم اعلیٰ تعلیم وتربیت،شہید عبدالحمید وانی المعروف رفیق حسین ساکن اوسن، شیخ محمد سلطان المعروف یعقوب سجاد (ایریا کمانڈر) ساکن پلہالن،فیاض احمد تانترے المعروف بشارت ساکن پلہالن اور غلام نبی وار المعروف بلال ساکن سوپور نے جانفشانی سے لڑ کر اس معرکے کے دوران تحریک آزادی کے لئے اپنا قیمتی لہو نچھاور کیا۔ان پانچ سپوتوں کی شہادت کی خبر پھیلتے ہی لوگ ہائی گام کی طرف روانہ ہوئے،لوگوں کا اژدہام دیدار کے لئے جلوس کی صورت میں ہائی گام پہنچ گیا۔لوگ دھاڑیں مار کر رو رہے تھے۔ہائیگام سے ایک شہید،غلام نبی وار المعروف بلال خان کی میت کو سوپور امر گڑھ ان کے آبائی گاؤں کی طرف تدفین کے لئے روانہ کیا گیا۔باقی چار شہداء کو سب سے پہلے پلہالن میں لایا گیا جہاں دیدار کے لیے پورے علاقے کے لوگ جمع ہوئے اور شہداء کا دیدار کیا اور اس موقعہ پر ہر آنکھ اشکبار تھی۔لوگوں نے یہ منظر بھی دیکھا کہ شہداء کے جسموں سے تازہ خون بہہ رہا تھا۔جب شہداء کے جسد خاکی پلہالن تانترے پورہ کی مسجد کے سامنے ایک میدان میں رکھا گیا تو اسی وقت بھارتی فوج کی کچھ گاڑیاں نمودار ہوئیں،علاقے کے مجاہدین بھی اس دوران اسلحہ سمیت لوگوں میں گھل مل گئے تھے جب بھارت فوج کو مجاہدین پر نظر پڑی وہ یہ منظر دیکھ کر خوف زدہ ہوئے اور انہوں نے واپس جانے میں ہی عافیت سمجھی۔مجاہدین کے دلوں میں بدلے کی آگ سلگ رہی تھی لیکن مجاہدین کو پتہ تھا کہ بزدل فوج اپنا غصہ نہتے عوام سے لے گی اس لئے وہ بھارتی فوج پر حملہ کرنے سے حکمتاً باز رہے۔شہید کمانڈر سلیم اور رفیق حسین کو آنسوؤں،آہوں اور سسکیوں کے ساتھ قوم کے ان عظیم سپوتوں کو اپنے آبائی گاؤں اوسن میں سپرد خاک کیا گیا جبکہ کمانڈر شیخ محمد سلطان عرف یعقوب سجاد اور مجاہد بشارت کو پلہالن کے مزار شہداء میں سپرد خاک کیا گیا۔جنازے کے موقعہ پر وائرلیس سیٹ کے ذریعے سید علی گیلانیؒ نے شہداء کو شاندار خراج عقیدت پیش کیا،جبکہ شہید عبدالرشید فرحتؒ نے بھی اپنے خطاب کے دوران شہداء کو گلہائے عقیدت پیش کیا۔چند دنوں کے بعد سید علی گیلانیؒ نے شہداء کے گھروں میں حاضری دی اور ہر

''خواب میں حکیم غلام حسن نے دیکھا کہ ایک گاڑی آکر ان کے سامنے رک گئی ۔اس گاڑی کے اندر ایک بزرگ و اعلیٰ شخصیت تشریف فرما تھے جنہیں حکیم صاحب نے ان کے چہرے پر نظر پڑتے ہی پہچان لیا، وہ شخصیت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی علیہ رحمہ تھے ۔مولانا مودودیؒ نے حکیم غلام حسن سے مخاطب ہو کر فرمایا آپ تیاری کریں اور ہمارے ساتھ چلیں ہم شہید سلیم کے علاقے اوسن کی طرف ان کے جنازے میں شرکت کے لئے جارہے ہیں اور ہمارے ساتھ نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہیں'

ایک گھر میں ورثائے شہداء کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔کمانڈر سلیم کی شہادت کے بعد علاقے کے مجاہدین نے اپنی اعلیٰ قیادت کے حکم پر بھارتی فوج پر دباؤ برقرار رکھنے کے لئے بھارتی فوج کے خلاف شہداء کے نام ایک فوری آپریشن شروع کیا جسے آپریشن TopTen کا نام دے دیا گیا۔اس آپریشن کے دوران ہائی گام سے لیکر بانجیورہ پٹن تک نیشنل ہائی پر دس بڑی کارروائیاں کی گئیں جن میں درجنوں بھارتی فوجی اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔شہید محمد سلیم نے اپنی شہادت سے پہلے ہی وصیت کر رکھی تھی کہ اگر میں شہید ہوا تو مجھے شہداء کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے بلکہ گاؤں کے عام سے قبرستان میں دفن کیا جائے۔بوجوہ ایسا نہیں ہوسکا بلکہ انہیں

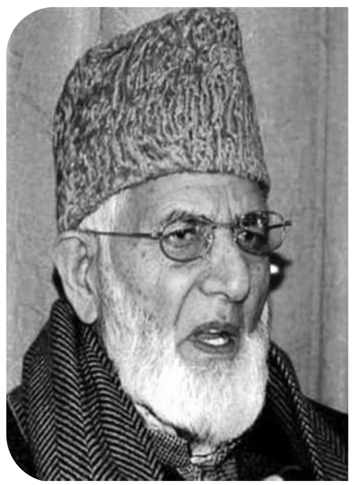

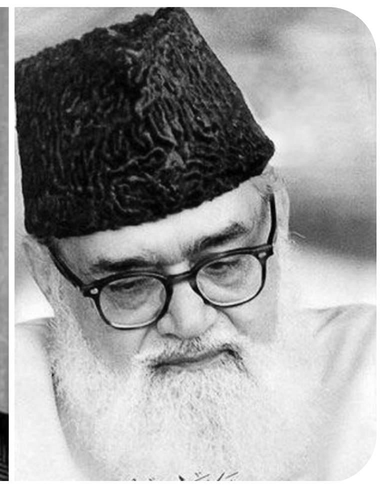

کثرت رائے سے دونوں شہیدوں کو اوسن کے مزار شہداء میں ہی سپرد خاک کیا گیا۔اس مزار شہداء کے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک وسیع میدان تھا جس میں بھارتی فوج نے ایک کیمپ قائم کیا ہوا تھا جہاں سے گزرنا عوام کے لئے ایک عذاب سے کم نہیں تھا۔بھارتی فوجی یہاں سے ہر گزرنے والے کو پکڑ کر بلا وجہ تشدد کا نشانہ بنایا کرتے تھے جوانوں کو خاص کر تختہ مشق بنایا جاتا تھا۔رات کے وقت اس فوجی کیمپ کے آفیسر کو خواب میں روز شہید سلیم گھوڑے پر مسلح سوار ہو کر نظر آتے تھے اور ان کے کیمپ پر فائرنگ کرتے تھے، بھارتی فوجی آفیسر خوف کے عالم میں بیدار ہو کر چیختا تھا اور اپنی رائفل تھام کر پورے کیمپ کے فوجیوں کو چلا چلا کر کہتے تھے کمانڈر محمد سلیم آرہے ہیں، ہم پر حملہ کررہے ہیں انہیں پکڑو، فوجی اہلکار آفسر کو سمجھاتے کہ رات کا وقت ہے کہیں سے کوئی فائر کی آواز نہیں آرہی ہے، یہ سلسلہ کئی ماہ تک جاری رہا۔اس صورتحال سے تنگ آکر فوجی آفیسر نے گاؤں کے بزرگوں سے اس حوالے سے بات کی کہ شہید کمانڈر سلیم نے ہماری نیندیں حرام کیں ہوئی ہیں ہم نہ رات کو سو سکتے ہیں نہ دن کو، وہ شہید ہونے کے بعد بھی وہ ہم پر رات کی تاریکی میں ہمارے کیمپ پر حملہ کرتے ہیں۔فوجی آفیسر نے بزرگوں کی منتیں کیں کہ ہمیں اس مصیبت سے نکلنے کا حل بتائیں۔بزرگوں نے فوجی آفیسر کو جواب دیتے ہوئے کہا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ آپ اس کیمپ کو یہاں سے ختم کریں۔فوجی آفیسر نے اس خوف کی وجہ سے اس فوجی کیمپ کو وہاں سے اٹھانے کا حکم صادر کردیا اس کے بعد علاقہ اس کیمپ کے عتاب سے کسی حد تک بچ گیا۔اس طرح شہادت کے بعد بھی کمانڈر محمد سلیم شہید دشمن کے لئے خوف کی علامت بن کر ان کے اعصاب پر سوار رہے۔۔۔نائب امیر حزب سیف اللہ خالد نے شہید کمانڈر محمد سلیم کو شاندار خراج عقیدت ادا کرتے ہوئے ایک ایسا واقعہ سنایا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہم حق پر ہیں اور ہماری تحریک آزادی، انصاف اور رضائے الٰہی کے حصول کیلئے ہے۔فرمایا کہ ان کی شہادت کے حوالے سے سرینگر سے تعلق رکھنے والے جماعت اسلامی کے ایک دیرینہ بزرگ رہنما حکیم غلام حسن نے شہید سلیم کی شہادت کے ایک دن بعد خواب دیکھا۔''خواب میں حکیم غلام حسن نے دیکھا کہ ایک گاڑی آکر ان کے سامنے رک گئی۔اس گاڑی کے اندر ایک بزرگ و اعلیٰ شخصیت تشریف فرما تھے جنہیں حکیم صاحب نے ان کے چہرے پر نظر پڑتے ہی پہچان لیا، وہ شخصیت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی علیہ رحمہ تھے۔مولانا مودودیؒ نے حکیم غلام حسن سے مخاطب ہو کر فرمایا آپ تیاری کریں اور ہمارے ساتھ چلیں ہم شہید سلیم کے علاقے اوسن کی طرف ان کے جنازے میں شرکت کے لئے جارہے ہیں اور ہمارے ساتھ نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہیں' اس کے ساتھ ہی حکیم غلام حسن کا کہنا ہے کہ ان کی آنکھ کھلی۔کمانڈر محمد سلیم ایک سچے عاشق رسول تھے جنہیں خود رسول اللہ خواب میں آئے اور مجاہدین کی فوج کا افسر بننے کی بشارت دی۔حسین خواب بھی شہید کے محب رسول ﷺ ہونے کی دلیل ہے۔تاریخ میں ان جانبازوں کے ایثار، خلوص محبت شجاعت کی داستان ہمیشہ زندہ رہے گی۔اللہ تعالیٰ اس عظیم شہید سمیت تمام شہداء کی قربانیاں قبول اور امت مظلومہ کشمیر کو اسلام وآزادی کی نعمت عظمیٰ سے مالا مال کردیں۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

موت کے حصار میں زندگی

محمد احسان مہر

تاریخ انسانی میں شاید ہی ایسا کبھی پہلے بھی ہوا ہو کہ آہن و بارود سے تباہ و برباد کرنے کے بعد بھوک اور پیاس سے نڈھال کسی قوم کو غذا کی تلاش میں موت کے حصار میں چھوڑ دیا جائے۔ اسے عالم اسلام کی بے حسی کہہ لیں ،اس کو مردہ ضمیری، عالمی استعماری طاقتوں اور عالمی اسٹیبلشمنٹ کے مسلط کردہ حکمرانوں کی شکل میں آلہ کار یا پھر یہود و نصاری کے دوست ،اس کے علاوہ انہیں کسی مناسب القابات سے پکارا جا سکتا ہے،لیکن حقیقت یہ ہے کہ عشرت اور فحش کدوں کے رسیاء عالم اسلام کے وسائل کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔تاریخ ظلم وستم اور جبر و قہر کی داستانوں سے بھری پڑی ہے،لیکن جولعنت فلسطینیوں پر ظلم وستم کر کے اسرائیل نے سمیٹی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔

امریکہ کی غزہ میں جنگ بندی کی کوششوں کی آڑ میں اسرائیل غزہ کے ساتھ ساتھ رفح، الشجاعیہ اور الجبالیہ کے رہائشیوں کو بھی بمباری کر کے نقل مکانی کے احکامات جاری کر رہا ہے،غزہ کے شہری بھوک اور پیاس کا سامنا کرنے کی وجہ سے خون کی کمی کا شکار ہیں، ورلڈ فوڈ پروگرام اور الناصر ہسپتال کے ڈاکٹروں کے مطابق بچوں میں وٹامن کی شدید کمی کی علامات پائی جا رہی ہیں۔جس کی وجہ سے بچوں کی اموات ہو رہی ہیں اور سینکڑوں بچے اسی اندیشے کا شکار ہیں،اس وقت غزہ میں امداد کی تقسیم کے دوران نڈھال فلسطینیوں پر اسرائیلی فوج کی بمباری معمول بن چکی ہے۔رہائشی عمارتوں کی تباہی کے بعد فلسطینیوں کو خیموں میں گولیوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔غزہ کی پٹی موت کے حصار کا منظر پیش کر رہی ہے، جہاں کوئی محفوظ نہیں، بچے خواتین، بوڑھے، ڈاکٹر، اساتذہ،صحافی، امدادی کارکن اسرائیلی فوج کی بمباری کا نشانہ بن رہے ہیں۔امریکا اس امداد کی تقسیم کے نظام کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر فلسطینیوں کی نسل کشی کے نئے طریقے رائج کر رہا ہے، مشرق وسطی میں اسرائیل اور امریکہ کا سفاک اور گھناؤنا کردار عالم اسلام کی بے حسی اور عربوں کی روایتی غیرت وحمیت کے لیے کھلا چیلنج ہے۔امریکی صدر ٹرمپ جس طرح غزہ پر قبضہ کے لیے بلند بانگ دعوے کر رہے ہیں اور اس گھناؤنے عمل کے لیے اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کی پیٹھ تھپکا رہے ہیں کہ غزہ پر کنٹرول حاصل کرنا اور اسے قبضہ

> امریکہ کی غزہ میں جنگ بندی کی کوششوں کی آڑ میں اسرائیل غزہ کے ساتھ ساتھ رفح، الشمائیہ اور الشجاعیہ کے رہائشیوں کو بھی بمباری کر کے نقل مکانی کے احکامات جاری کر رہا ہے، غزہ کے شہری بھوک اور پیاس کا سامنا کرنے کی وجہ سے خون کی کمی کا شکار ہیں، ورلڈ فوڈ پروگرام اور الناصر ہسپتال کے ڈاکٹروں کے مطابق بچوں میں وٹامن کی شدید کمی کی علامات پائی جا رہی ہیں۔جس کی وجہ سے بچوں کی اموات ہو رہی ہیں اور سینکڑوں بچے اسی اندیشے کا شکار ہیں، اس وقت غزہ میں امداد کی تقسیم کے دوران سے نڈھال فلسطینیوں پر اسرائیلی فوج کی بمباری معمول بن چکی ہے۔

میں لینا اچھی بات ہے،امریکیوں کے مطابق غزہ کے رہائشیوں کو ہمسائیہ ممالک میں بسانے کے لیے بات چیت جاری ہے۔اسرائیل کا شام میں گولان کی پہاڑیوں سے ہی آگے جارحیت کے بعد بھی اب شام کے جنوبی علاقے (سویدا) میں (دوروز) برادری کے تحفظ کے نام پر بمباری مزید اشتعال انگیزی کا باعث بن سکتی ہے۔اسرائیل ہمسایہ ممالک میں بمباری کر کے ان کی آزادی وخودمختاری کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کر رہا ہے اور صدر ٹرمپ ہمسایہ ممالک میں غزہ کے مسلمانوں کو بسانے کی بات کرتے ہیں۔!!

اسرائیل کا کہنا ہے کہ امریکہ،قطر،اور مصر کی کوششوں سے اگر غزہ میں جنگ بندی ہو جاتی ہے تو اسرائیل غزہ پر فلسطینی اتھارٹی کی حکومت تسلیم کرتے ہوئے غزہ کی سیکیورٹی اپنے پاس رکھے گا۔کیا حماس اور مزاحمتی گروپ یہ تسلیم کریں گے۔۔۔؟ زمینی حقائق اس کی نفی کرتے ہیں، امریکہ اور اسرائیل کی تمام تر سازشوں کے باوجود فلسطینی غزہ خالی نہیں کریں گے۔اور حماس کو غیر مسلح کرنے کی بات بین الاقوامی قوانین اور اقوام متحدہ کے چارٹر کے منافی ہے۔ایسا کرنا فلسطینیوں کے ہاتھ باندھنے کے مترادف ہے۔اسرائیل تاریخی اور عالمی قوانین کی نظر میں ایک جارح , ظالم اور توسیع پسندانہ عزائم رکھنے کے طور پر ثابت ہو چکا، خلیجی ریاستیں بالخصوص مذاکرات کار ممالک اسرائیل اور حماس کے تنازعہ کی اصل وجہ آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کے متعلق بات کریں، آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کے بغیر، معاملے کو طاقت اور سازش سے دبانے اور عارضی جنگ بندی جیسے اقدامات سے مشرق وسطی میں امن کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔غزہ جیسے موت کے حصار میں ہزاروں فلسطینی شہداء کا خون خواب خرگوش سے امت مسلمہ کو جگانے کا سبب بنے گا یا اسلامی ممالک یہ قابض بے حس و بے ضمیر حکمران معاشی اور اقتصادی مسائل کا نوحہ کرتے رہیں گے؟

ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخی افلاک میں ہے خوار وزبوں

جناب احسان مہر معروف صحافی اور کالم نگار ہیں،کشمیر الیوم کے لیے مستقل بنیادوں پر بلا معاوضہ لکھتے ہیں

بیس کیمپ یا اقتدار کا ریس کیمپ؟

تحریکِ آزادی کشمیر کی لہو میں ڈوبی زخم زخم داستان

اقوامِ متحدہ کی قبروں میں دفن قرار دادیں، کیا عالمی ضمیر بھی بھارتی سفارتکاری خرید چکا ہے؟

بھارت کی فلمی مکاری اور عالمی میڈیا کی مجرمانہ خاموشی۔ کشمیر کی سچائی کو جعلی بیانیوں میں کیسے دفن کیا گیا؟

تہاڑ جیل کی زنجیروں سے بلند حریت کی صدائیں، شہید سید علی گیلانیؒ، یاسین ملک اور قافلہ قربانی کی داستان

کشمیر: ایک خاموش نسل کشی جسے دنیا تماشہ سمجھ بیٹھی مگر یہ صرف زمینی تنازعہ نہیں، انسانیت کا جنازہ ہے

ہماری خاموشی، کشمیریوں کا ماتم، یوم آزادی کے دن ہر کشمیری مظلوم پوچھتا ہے: میرا جشن کب ہوگا؟

سید عمر گردیزی

رات کے پچھلے پہر کا سناٹا ہر طرف چھایا ہوا تھا۔ برف کی تہہ سے ڈھکی وادی میں کہیں دور اذان کی صدا کسی مقفل مسجد کی ٹوٹی ہوئی چھت سے ٹکرا کر واپس لوٹ آتی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے صدیوں سے اذان ہو رہی ہو، مگر کوئی دروازہ کھلنے کا نام نہ لے۔ دریائے جہلم کا پانی خاموشی سے بہہ رہا تھا، جیسے اس کے سینے میں ہزاروں لاشیں دفن ہوں، اور ہر موج، کوئی بے نشان جنازہ ہو۔ اسی سناٹے میں ایک بوڑھی ماں، اپنی چادر میں لپٹا ہوا خون میں لت پت قرآن تھامے بیٹھی تھی۔ کبھی اس پر بوسہ دیتی، کبھی روتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھتی اور پھر وہی سوال دہراتی، جو برسوں سے ہر کشمیری کے لبوں پر ہے: ''کیا ہمارے سجدے ادھورے ہی رہیں گے؟ کیا قربانیاں شمار نہیں ہوتیں خدا کے ہاں؟ اور کیا پاکستان صرف ایک نعرہ تھا؟'' چند قدم دور، ایک چھوٹا بچہ ملبے میں اپنی گڑیا تلاش کر رہا تھا، وہ گڑیا جو اُس کی بہن کی آخری نشانی تھی، جو پچھلے ہفتے ایک بھارتی فوجی کی فائرنگ سے شہید ہو گئی تھی۔ بچہ بار بار مٹی ہٹاتا، آنکھیں ملتا، اور بڑبڑاتا: ''جب پاکستان آزاد ہوا تھا، تو کیا کشمیر کا بھی وعدہ کیا گیا تھا؟'' یہ سوال محض بچوں کے نہیں رہے۔ یہ سوال اب قبریں بھی پوچھتی ہیں، پتے بھی، ہوائیں بھی۔ یہ وہ سوالات ہیں جو بیس کیمپ کے ایوانوں تک تو پہنچتے ہیں، مگر وہاں ان کی گونج نعرے، تقاریر اور ہوٹلوں کی میزوں کے نیچے دفن ہو جاتی ہے۔ یہاں وادی میں آزادی کے چراغ خون

ایک بوڑھی ماں، اپنی چادر میں لپٹا ہوا خون میں لت پت قرآن تھامے بیٹھی تھی۔ کبھی اس پر بوسہ دیتی، کبھی روتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھتی اور پھر وہی سوال دہراتی، جو برسوں سے ہر کشمیری کے لبوں پر ہے: ''کیا ہمارے سجدے ادھورے ہی رہیں گے؟ کیا قربانیاں شمار نہیں ہوتیں خدا کے ہاں؟ اور کیا پاکستان صرف ایک نعرہ تھا؟'' چند قدم دور، ایک چھوٹا بچہ ملبے میں اپنی گڑیا تلاش کر رہا تھا، وہ گڑیا جو اُس کی بہن کی آخری نشانی تھی، جو پچھلے ہفتے ایک بھارتی فوجی کی فائرنگ سے شہید ہو گئی تھی۔

سے جلتے ہیں، اور وہاں کرسی کے چراغ سیاست سے۔ یہاں کشمیر لہو میں نہا رہا ہے، اور وہاں ''کشمیر بنے گا پاکستان'' کا نعرہ اگلے الیکشن کے پوسٹر پر چھپ رہا ہے۔ اور اس افسانے کا سب سے کربناک پہلو یہ ہے کہ یہ افسانہ نہیں، یہ حقیقت ہے۔ ایک ایسی حقیقت جس نے ہزاروں زندگیاں نگل لی ہیں، سینکڑوں خواب روند ڈالے ہیں، لاکھوں بین، صدائیں، اذیتیں، صبر اور سوالات پیدا کیے ہیں، مگر جن کے جواب ابھی تک نہ اقوام متحدہ نے دیے، نہ عالم اسلام نے، اور نہ بیس کیمپ نے۔ اس تحریر میں آج میں صرف الفاظ کا سفر نہیں کرونگا بلکہ، میں وادی کی گلیوں میں قدم رکھوں گا، میں تہاڑ جیل کی کوٹھریوں سے آتی سسکیوں کو سناؤں گا، اُن کانفرنس ہالز کا حساب لوں گا جہاں کشمیر صرف ایک سائیڈ ایشو سمجھا گیا، اور اُن چہروں پر پردہ اُٹھاؤں گا جنہوں نے بیس کیمپ کو اقتدار اور کرسی نشینی کے ریس کیمپ میں بدل دیا۔ اس بار میری یہ تحریر ایک التجا ہے...... ایک اعلان ہے...... ایک مقدمہ ہے...... اور ایک چیخ ہے...... جسے اب دنیا کے ضمیر کو سننا ہوگا۔ یہ تحریر لہو سے لکھی جا رہی ہے۔ اس میں روشنائی کی جگہ وہ سرخ مائع بہتا ہے جو دہائیوں سے وادیٔ کشمیر کے چشموں، دریاؤں، گلیوں، گھاٹیوں اور ماؤں کی آنکھوں سے بہتا چلا آیا ہے۔ یہ صرف ایک مضمون نہیں، ایک نوحہ ہے، ایک فریاد ہے، ایک تاریخی فردِ جرم ہے، جو نہ صرف بھارت کے ظالم نظام پر عائد ہوتی ہے بلکہ ان سب پر بھی جو اس ظلم کو صرف بیانات میں لپیٹ کر، تعزیتوں میں چھپا کر، اور سفارتی ملفوظات میں گم کر کے اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے۔ وادیٔ کشمیر اس وقت بھی زنجیروں میں جکڑی ہے۔ بھارتی قابض افواج کے جوتوں تلے نہ صرف آزادی کچلی جا رہی ہے بلکہ انسانیت کا منہ چڑایا جا رہا ہے۔ ہر صبح بندوقوں کی آواز سے آنکھ کھلتی ہے اور ہر رات کسی جنازے کی آہ و بکا کے ساتھ سوتی ہے۔ 5 اگست 2019 کو بھارت نے وہ سیاہ دن رقم کیا جس نے کشمیریوں سے ان کی شناخت، ان کی حیثیت، ان کا جغرافیہ اور ان کی آئینی پہچان چھین لی۔ وہ خطہ جو اقوام متحدہ کی

سید علی گیلانی کی نصف صدی پر محیط جدوجہد، ان کی تنہائی میں گزری جوانی، جیلوں میں گزاری عمر، اور سب کچھ کھو دینے کے باوجود آزادی کے بیانیے سے وابستگی، ان کا ہر لمحہ کشمیری غیرت کا استعارہ ہے۔ان کی موت بھی بھارت کے ظلم کی نشان دہی ہے؛ ان کا جنازہ بھی قید میں ہوا، ان کی قبر بھی پہرہ داروں کی نگرانی میں بنی۔ یاسین ملک، جس نے اس تحریک کے لیے سب کچھ قربان کیا، آج تہاڑ کی دیواروں کے پیچھے عمر قید کاٹ رہا ہے۔اس کی چیخیں سننے والا کوئی نہیں، اور نہ ہی بیس کیمپ کے ایوانوں میں اس کے حق میں کوئی آواز بلند ہوتی ہے۔

قراردادوں کے مطابق متنازعہ تھا، یکطرفہ طور پر بھارت میں ضم کرنے کی جسارت کی گئی۔مگر یہ محض آئینی یا قانونی حملہ نہ تھا؛ یہ کشمیریوں کے وجود پر وار تھا، ان کے خوابوں، تاریخ، عقیدے اور تشخص پر چاقو تھا۔قابض افواج کی موجودگی اب صرف فوجی چوکیوں تک محدود نہیں۔وہ کشمیریوں کی سوچ، سانس، نیند، اور حتیٰ کہ ان کے سجدوں میں بھی گھس چکی ہے۔ ہزاروں نوجوانوں کو لاپتہ کر دیا گیا، اجتماعی قبریں اب کسی افسانے کا حصہ نہیں بلکہ زمین کے کربناک سچ بن چکی ہیں۔ پیلٹ گن کے ذریعے آنکھوں سے بینائی چھینی گئی، مگر بھارت یہ نہیں جانتا کہ جس قوم کے دل میں بینائی ہو، اس کی آنکھیں چھین لینے سے آزادی کا خواب ختم نہیں ہوتا۔ وہ مائیں جو اپنے بچوں کی لاشیں دفناتیں، ان کے ہاتھ میں صرف کفن نہیں بلکہ ایک سوال ہوتا ہے: ہم کب آزاد ہوں گے؟ حریت قائدین کی جدوجہد انسانی تاریخ کے ان ابواب میں لکھی جائے گی جہاں قربانی کو

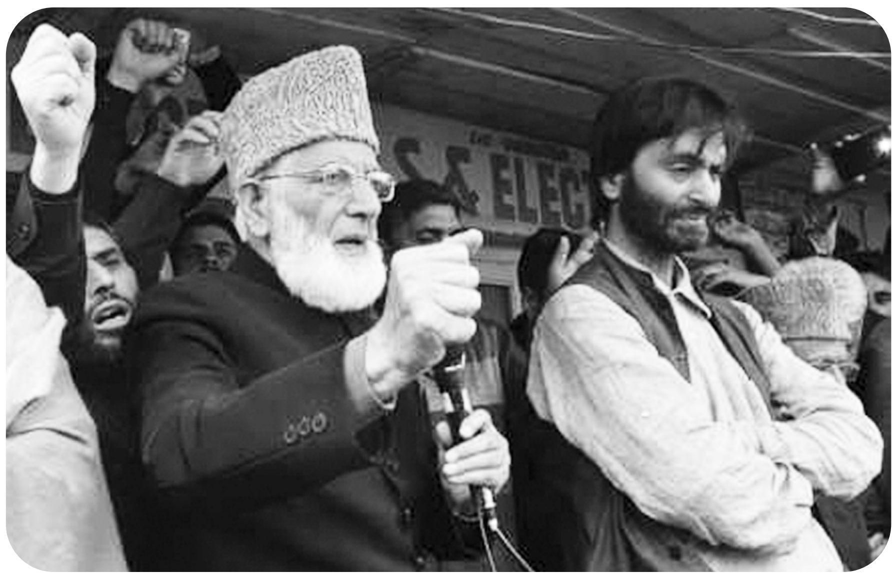

حرفِ آخر مانا جاتا ہے۔ سید علی گیلانی کی نصف صدی پر محیط جدوجہد، ان کی تنہائی میں گزری جوانی، جیلوں میں گزاری عمر، اور سب کچھ کھو دینے کے باوجود آزادی کے بیانیے سے وابستگی، ان کا ہر لمحہ کشمیری غیرت کا استعارہ ہے۔ان کی موت بھی بھارت کے ظلم کی نشان دہی ہے؛ ان کا جنازہ بھی قید میں ہوا، ان کی قبر بھی پہرہ داروں کی نگرانی میں بنی۔ یاسین ملک، جس نے اس تحریک کے لیے سب کچھ قربان کیا، آج تہاڑ کی دیواروں کے پیچھے عمر قید کاٹ رہا ہے۔ اس کی چیخیں سننے والا کوئی نہیں، اور نہ ہی بیس کیمپ کے ایوانوں میں اس کے حق میں کوئی آواز بلند ہوتی ہے۔ یہاں رک کر اب ہمیں اپنے گریبان میں جھانکنا ہوگا۔بیس کیمپ، یعنی آزاد کشمیر، وہ خطہ جو تحریک آزادی کشمیر کا مرکز ہونا چاہیے تھا، آج محض اقتدار کے کھیل کا میدان بن چکا ہے۔حکمران طبقات نے اس خطے کو ریس کیمپ میں تبدیل کر دیا ہے۔ جو قیادت آزاد کشمیر میں ہونی چاہیے تھی، جو یہاں سے عالمی سطح پر کشمیر کا مقدمہ لڑنا چاہیے تھا، وہ اقتدار کے ایوانوں میں ذاتی مفادات کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ جلسے، جلوس، بیانات، تعزیتی قراردادیں، بس اتنا ہی کردار ہے اس بیس کیمپ کا۔نہ کوئی طویل المدتی پالیسی، نہ کوئی انسٹی ٹیوشنل فریم ورک، نہ میڈیا پر تسلسل سے کشمیر کا مقدمہ، اور نہ ہی عالمی اداروں میں مربوط سفارتی جدوجہد۔ یہ بات تاریخ کی سیاہ ترین سطروں میں لکھی جائے گی کہ جس خطے کو اقوام متحدہ نے باقاعدہ ''تحریکِ آزادی کشمیر کا بیس کیمپ'' قرار دیا، وہ خطہ وقت کے ساتھ ایک اقتدار کا ریس کیمپ بن کر رہ گیا۔ وہ خطہ جہاں سے مظلوم کشمیریوں کے حق میں ناقوس بجنا تھا، وہاں صرف اقتدار کی گھنٹیاں بجتی رہیں۔جس چبوترے پر شہیدوں کے نام کندہ ہونے تھے، وہاں پارٹی جھنڈوں اور بینروں نے ڈیرہ ڈال لیا۔ آزاد کشمیر کی قیادت، چاہے وہ وزیراعظم ہو، اپوزیشن لیڈر ہو، وزراء یا ممبران اسمبلی، سب کے سب ایک مشترکہ ناکامی کا استعارہ بن چکے ہیں۔آج میں بتانا چاہوں گا کہ وہ ناکامیاں کیا ہیں؟ انتخابی دور میں سیاسی ترجیحات میں آزادی کا نام تک نہیں ہوتا سو بیانات کے، ان کے انتخابی منشور میں آزادی کشمیر ایک رسمی سطر کے طور پر شامل کی جاتی ہے، جس کے پیچھے کوئی حکمتِ عملی، کوئی سفارتی ڈھانچہ، کوئی روڈ میپ نہیں ہوتا۔ یہاں امیدوار کشمیر کا نام لے کر ووٹ لیتے ہیں، اور جیت کر صرف مظفرآباد یا اسلام آباد تک محدود ہو جاتے ہیں۔سفارتی سطح پر مکمل نااہلی کس سے ڈھکی چھپی ہے، ستر سال گزر گئے، بیس کیمپ کی قیادت عالمی سطح پر ایک بھی مستقل لابنگ گروپ قائم نہ کر سکی جو بھارت کے مظالم کو اقوام عالم کے سامنے رکھ سکے۔کوئی کشمیر ڈیسک، کوئی تھنک ٹینک، کوئی ریسرچ ادارہ، کوئی مضبوط میڈیا سیل تک نہ بنایا جا سکا۔اس خاموشی نے بھارت کو بولنے کا موقع دیا اور ہمیں دنیا بھر میں تماشائی بنا دیا۔اقوام متحدہ کی قراردادوں

پر خاموشی سب سے بڑا سوالیہ نشان ہے۔ اگر چہ قراردادیں موجود ہیں،لیکن آج تک کوئی آزاد کشمیری رہنما اقوامِ متحدہ کے دروازے پر مستقل موجودگی نہ بنا سکا۔ وہ ریاست جو حق خودارادیت کے لیے علامتی قیادت بن سکتی تھی، ایک ضلعی طرز کی حکومت میں تبدیل ہوگئی۔ بے مقصد اور نام نہاد کشمیر کانفرنسیں اور عیاشیاں تو عروج پر ہیں، ہر سال مختلف ہوٹلوں اور کانفرنس ہالز میں کشمیر کانفرنسوں کے نام پر فوٹو سیشنز ہوتے ہیں۔ اسٹیج پر نعرے، لنچ پر دعوے، اور رات کو نائٹ پیکجز پر جشن ،مگر عملی نتیجہ؟ صفر! وہی مقبوضہ کشمیر، وہی شہادتیں، وہی آہیں۔ آج تک ہم مکمل طور پر، عالمی تناظر میں عالمی دنیا کے سامنے بھارتی بیانیے کا توڑ نہیں کر سکے، بھارت سوشل میڈیا، عالمی میڈیا، فلم ،تھنک ٹینکس اور سفارت کاری کے ذریعے کشمیر پر اپنے بیانیے کو مضبوط کرتا رہا، اور بیس کیمپ میں ایک بھی ایسا ادارہ نہ بن سکا جو اس زہریلے پروپیگنڈے کا مؤثر جواب دے سکتا ہو۔ اکثر تاریخی موقعات پر مجرمانہ خاموشی تو اب روایت بنتی جارہی ہے۔ جب 5 اگست 2019 کو بھارت نے آئینی طور پر کشمیر کا اسٹیٹس ختم کیا، بیس کیمپ نے صرف ایک دن کا احتجاج کیا، وہ بھی سیاسی تقاریر، کالی پٹیاں اور مشروط غصے کے ساتھ۔ اس کے بعد وہی اقتدار کی رسہ کشی، وہی وزارتوں کی تقسیم، وہی مفادات کی سیاست۔ تحریک حریت کا صرف جذباتی استعمال بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ان قربانیوں کو پالیسی میں نہیں ڈھالا گیا، بلکہ جذباتی استحصال کے ذریعے انہیں ووٹ بینک بنایا گیا۔ جو قیادت اقوامِ متحدہ کی قراردادیں پڑھنے کی زحمت تک نہ کرے، وہ کس حق سے کشمیر کا نام لیتی ہے؟ جو حکمران اپنی وزارت کی کرسی بچانے کے لیے بیس کیمپ کو خاموش رکھیں، وہ کیونکر کشمیریوں کے خون کے وارث ہو سکتے ہیں؟ جن کے پاس سفارتی، میڈیا، تھنک ٹینک، قانونی، انسانی حقوق کا کوئی عملی ادارہ نہ ہو، وہ کشمیر کو آزاد کرانے کا خواب کس منہ سے دیکھتے ہیں؟ یہ تحریر ان حکمرانوں کے لیے آئینہ ہے کہ اگر آپ کے ضمیر زندہ ہیں، اگر شہیدوں کی لاشوں سے بہنے والا خون تمہارے خوابوں میں آتا ہے۔ اگر تم واقعی سنجیدہ کشمیری قیادت ہو تو بتاؤ : کیا تم نے ایک بھی عملی قدم اٹھایا ہے جو آزادی کشمیر کی طرف بڑھتا ہو؟ اگر نہیں، تو تاریخ تمہیں معاف نہیں کرے گی۔ تمہارا نام نہ کسی پتھر پر لکھا جائے گا، نہ کسی قبر پر۔ تم صرف اقتدار کے غداروں میں شمار کیے جاؤ گے۔ یہ وہ تلخ سچائی ہے جو بیوروکریسی، وزیروں، اسمبلی ممبران اور کشمیر کمیٹی کے موسمی دانشوروں کے ضمیر پر ہتھوڑے بن کر گرے گی مگر یہ سچ ہے اور اس سچ کو تسلیم کرتے ہو آگے سمت تلاش کرنا ہوگی ماضی کی غلطیوں کا ازالہ مستقبل میں درست سمت کا تعین ہوگا جو عوام کی مرضی سے ہوگا نہ کہ اقتدار اور مفادات کی جنگ کی صورت میں۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ آزاد کشمیر کے وزرائے اعظم نے گزشتہ 78 برسوں میں کتنی بار عالمی اداروں سے باضابطہ رابطے کیے؟ کتنے بار یورپی یونین، اقوامِ متحدہ، یا بین الاقوامی عدالتِ انصاف میں کشمیر کا کیس رکھا؟ کیا کوئی جامع سفارتی بلیو پرنٹ موجود ہے؟ افسوس کہ بیس کیمپ کے اربابِ اختیار نے کشمیر کے زخموں کو صرف سیاسی نعروں تک محدود کر دیا۔ عالمی سطح پر اگر نظر دوڑائی جائے تو کشمیر کی آواز دبانے میں بھارت نے اپنی چالاکی اور سفارت کاری کو بخوبی استعمال کیا۔ بھارتی سفارت خانے دنیا کے ہر اہم ملک میں کشمیر کو داخلی مسئلہ کہہ کر اس بحث کو بند کروادیتے ہیں۔ اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کو بھارت مسلسل نظرانداز کرتا آرہا ہے، اور عالمی طاقتیں خاموش تماشائی بنی بیٹھی ہیں۔ بھارت نے امریکہ، اسرائیل، فرانس اور کئی مغربی ممالک سے دفاعی اور معاشی تعلقات کو اتنا مضبوط کر لیا ہے کہ کشمیر کا مسئلہ ان کے لیے محض ایک ''پریس اسٹیٹمنٹ'' بن کر رہ گیا ہے۔ بھارت نے مغرب کو معیشت کا لالچ دیا، میڈیا کو کنٹرول کیا، اور عالمی بیانیے کو اپنی مرضی سے موڑنے میں کامیاب رہا۔ پاکستان کی طرف سے کوششیں ضرور ہوئیں مگر غیر منظم، وقتی اور ردِعمل پر مبنی۔ اقوام متحدہ میں تقریریں کی گئیں، مگر پالیسی سازی اور عالمی سطح پر مقدمہ لڑنے کی سنجیدہ کوششیں نہیں ہوئیں۔ مسئلہ کشمیر پر کوئی ایسا تھنک ٹینک فعال نہیں ہو سکا جو جدید سفارت کاری، ڈیجیٹل میڈیا، اور انسانی حقوق کے عالمی قوانین کی روشنی میں یہ مقدمہ تیار کرتا۔ ہمارا میڈیا بھی وقتی جوش دکھاتا ہے، مگر مسلسل بیانیہ نہیں اپناتا۔ ہم نے مظلوم مقبوضہ وادی کے کشمیریوں کے ساتھ جذباتی وابستگی ضرور رکھی، مگر عملی میدان میں ہم بار بار پیچھے ہٹے۔ عالمی ضمیر کی بے حسی، اور ہماری اپنی بے عملی نے کشمیر کو تنہا کر دیا۔

کشمیر کا المیہ صرف بھارت کے ہاتھوں لہولہان نہیں ہوا، بلکہ عالمی طاقتوں کی مجرمانہ خاموشی نے بھی اس سرزمین پر خون کی ندیاں بہانے میں برابر کا کردار ادا کیا ہے۔ یہ وہی دنیا ہے جو یوکرین میں انسانی حقوق کے خلاف ایک قدم پر چیخ اُٹھتی ہے، لیکن کشمیر میں جب پوری بستی کو جلایا جاتا ہے، لڑکیوں کی چوٹیاں کاٹ دی جاتی ہیں، اور بچوں کی آنکھوں میں چھّرے مارے جاتے ہیں، تو دنیا کی زبانیں گنگ، آنکھیں اندھی اور دل مردہ ہو جاتے ہیں۔ اقوامِ متحدہ، وہ ادارہ جو دوسری جنگِ عظیم کے بعد انسانیت کی فلاح کے لیے بنایا گیا تھا، آج کشمیر کے معاملے میں بس قراردادوں کی قبرستان بن چکا ہے۔ 1948 کی قراردادیں، 1951، 1957 اور 1965 کی قراردادیں، سب اس بات کا اقرار کرتی ہیں کہ کشمیریوں کو استصوابِ رائے (plebiscite) کا حق حاصل ہے، اور بھارت کو یہ حق دینا ہوگا۔ مگر کیا کبھی اقوامِ متحدہ نے اس پر عملدرآمد کروایا؟ نہیں۔ وجہ کیا ہے؟ وجہ صرف ایک ہے : بھارت کی معاشی قوت، سفارتی لابنگ اور بڑی طاقتوں کی مفاداتی مجبوری۔ بھارت نے 1990 کی دہائی سے ہی ایک ہمہ جہت پالیسی اپنائی۔ اس نے سب سے پہلے اسلامی تحریک کو ''دہشتگردی'' کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ بھارت نے حریت کی خالص اور عوامی تحریک کو دہشتگردی کالبادہ پہنادیا۔ دنیا کے سامنے یہ بیانیہ پیش کیا کہ کشمیر میں جاری مزاحمت پاکستان کی ''cross-border terrorism'' کا نتیجہ ہے، حالانکہ زمینی حقائق اس کے برعکس ہیں۔ اس کے بعد بھارت نے سفارتی لابنگ میں اربوں روپے کی سرمایہ کاری کی۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس، یورپی یونین، اقوامِ متحدہ اور او آئی سی میں مستقل لابنگ گروپ بنائے۔ صحافیوں، تجزیہ کاروں، تھنک ٹینک اسکالرز کو خرید کر بھارتی بیانیہ دنیا کے ہر فورم پر پیش کیا۔ یوں ایک زہریلے بیانیے کو مہذب الفاظ میں لپیٹ کر دنیا کے سامنے رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد بھارت نے فلموں، میڈیا اور ثقافت کے ذریعے عالمی رائے عامہ کو متاثر کیا۔ بالی وُڈ کے ذریعے کشمیر کو

ایک حساس مگر ''داخلی معاملہ'' ثابت کیا گیا۔ حیدر، شکارا، ہمّت والا، اوڑی دی سرجیکل سٹرائیک، فنا، مشن کشمیر سمیت درجنوں بالی وڈ فلموں کے ذریعے بھارتی فوج کو ''ہیرو'' اور کشمیری مزاحمت کو دہشتگردی کے طور پر پیش کیا گیا۔ ایک پوری نسل کو ذہنی طور پر کنفیوز اور گمراہ کر دیا گیا۔ بھارت کی سب سے خطرناک چال ''فالس فلیگ آپریشنز'' تھے۔ سات دہائیوں میں کشمیر پر 18 سے زائد قراردادیں پاس ہوئیں، مگر ان پر کبھی بھی عالمی دباؤ کے تحت عمل نہیں ہوا۔ یو این او میں کشمیر کے لیے کوئی مستقل نمائندہ، کوئی انسانی حقوق کا کمیشن، کوئی تحقیقی مشن تک بھیجنے کی کوشش نہ کی گئی۔ صرف رپورٹیں، بیانات، اور نمائشی تشویش، اور پھر خاموشی۔ او آئی سی (OIC) کی صورتحال اور بھی قابل افسوس ہے۔ 57 مسلم ممالک پر مشتمل تنظیمِ تعاونِ اسلامی نے کشمیر پر درجنوں قراردادیں اور بیانات تو دیے، لیکن کیا کبھی کسی عرب ریاست نے بھارت سے سفارتی تعلقات منقطع کیے؟ کیا کسی مسلم ریاست نے بھارت کے ساتھ تجارتی معاہدے ختم کیے؟ ہرگز نہیں۔ تیل، تجارت اور بھارت کی مارکیٹ نے ان کے ایمان کو خرید لیا۔ یورپی یونین، ایمنسٹی انٹرنیشنل، ہیومن رائٹس واچ، اور دیگر ادارے متعدد بار رپورٹس جاری کر چکے ہیں۔ ان رپورٹس میں پیلٹ گنز، اجتماعی قبریں، ماورائے عدالت قتل، اور آزادیٔ اظہار کی بندش پر تشویش ظاہر کی گئی، لیکن کیا کسی یورپی ملک نے بھارت پر سفارتی یا تجارتی پابندی لگائی؟ کیا بھارت کو کبھی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر سزا ملی؟ نہیں۔ یہ سب ادارے صرف زبانی جمع خرچ میں مصروف ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہزاروں نوجوان شہید ہو گئے، سینکڑوں معصوم بچیوں کی آبروریزی کی گئی، پیلٹ گنز سے بچوں کی آنکھیں ضائع ہوئیں، اجتماعی قبریں بنیں، آٹھ لاکھ سے زائد بھارتی فوجی ہر گلی، ہر چوک، ہر مسجد میں زہر اگلتے رہے، تہاڑ جیل میں کشمیری قیادت قید رہی، اور اقوام متحدہ کی قراردادیں کتابوں میں دفن ہوتی رہیں۔ نمازِ جمعہ پر پابندی لگ گئی، مساجد پر قفل لگا دیا گیا، قرآن مجید کے نسخے نذرِ آتش کیے گئے، اور سب سے بڑھ کر، کشمیریوں کی نسل کشی (Genocide) کی ایک منظم مہم شروع ہو چکی ہے، جسے اگر دنیا نے نہ روکا تو وہ دن دور نہیں

جب کشمیر دوسرا روانڈا، دوسرا بوسنیا بن جائے گا۔

اب وقت آ چکا ہے کہ ہم محض تقاریر اور قراردادوں سے آگے بڑھیں۔ بیس کیمپ کو حقیقی معنوں میں ایک انقلابی مرکز بنایا جائے۔ ہر ادارے میں کشمیر پر ماڈیولز ہوں، نوجوانوں کو عالمی میڈیا پر کشمیری بیانیہ دینے کی تربیت دی جائے، سفارت خانوں کو مخصوص اہداف دیے جائیں، اور عالمی عدالتوں میں مقدمات داخل کیے جائیں۔ یوم آزادی پاکستان ہو یا بھارت، کشمیریوں کے لیے ہر سال یہ دن مزید زخم لے کر آتا ہے۔ 78 سال سے وہ ایک ایسے وعدے کی تکمیل کا انتظار کر رہے ہیں جو ان کے ساتھ پاکستان نے کیا تھا، کہ ہم تمہیں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ کشمیری شہید ہو رہے ہیں، اور بیس کیمپ میں جشن ہو رہے ہیں۔ یہ تحریر سوال ہے ان تمام ذمہ داروں سے جنہوں نے بیس کیمپ کو ایک مضبوط ادارہ بنانے کے بجائے اسے سیاست کا شکار بنا دیا۔ کشمیر پکار رہا ہے: ''ہم نے لہو دیا، تم نے کیا کیا؟'' اب بھی وقت ہے، بیس کیمپ کو ریس کیمپ سے آزاد کیا جائے۔ عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے ہمیں الفاظ نہیں، عزم، حکمت، اور مسلسل عمل کی ضرورت ہے۔ یہی تحریک کی بقا ہے، یہی کشمیریوں کے خون کا کفارہ بھی ہے۔ یومِ آزادی جب ہر سال پاکستان میں ملی نغموں، سبز پرچموں، آتش بازیوں، ترانوں اور جشن کی صورت میں آتا ہے، تو کشمیر کی وادی میں یہ دن ایک کرب میں ڈوبی شام کی مانند گزر جاتا ہے۔ وہاں نہ چراغ جلتے ہیں، نہ پرچم لہراتے ہیں، نہ نغمے گونجتے ہیں، بلکہ ہر گھر میں ایک شہید کی تصویر، ہر گلی میں ماؤں کی چیخ، اور ہر بچی کی آنکھوں میں آنسو ہوتے ہیں جن کی بینائی چھرّوں نے چھین لی۔ آزاد فضاؤں میں آزادی کا جشن منانے والو! ذرا سوچیے، ان کشمیریوں کا کیا قصور تھا جو تم سے صرف اتنا ہی مانگتے ہیں کہ تم ان کی پکار پر لبیک کہو، ان کی وادی کو ان کے لہو سے آزاد کراؤ، اور ان کے لیے بھی وہی آزادی چاہو جو تمہیں نصیب ہے۔ عالمی ضمیر سے ہم پوچھتے ہیں: کیا تمہاری انسانیت بھی اتنی ہی منتخب ہے جتنی تمہاری سیاست؟ کیا تمہاری آنکھیں صرف اُس خون پر نم ہوتی ہیں جو تمہارے مفاد کے خلاف گرتا ہے؟ کشمیر کے 78 سالہ دکھ، قربانیاں، آنسو، جنازے، اجتماعی قبریں، بند گلیاں، تہاڑ کی سلاخیں، اور جلتی بستیاں اب عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی نہیں؟ اگر نہیں، تو پھر وہ دن دور نہیں جب انسانیت تمہارے ہاتھوں اپنی آخری سانس لے گی، اور کشمیر کی وادی تمہاری بے حسی پر ہمیشہ لعنت بھیجے گی۔ کشمیر کے معصوم، زخم خوردہ اور مصلوب بچے آج بھی ایک سوال لیے تمہاری آنکھوں میں جھانک رہے ہیں: کیا ہمارا یومِ آزادی کبھی آئے گا؟

سید عمر اویس گردیزی کا تعلق آزاد کشمیر سے ہے۔ معروف صحافی اور دانشور ہیں۔ کشمیر الیوم کے مستقل کالم نگار ہیں اور بلا معاوضہ لکھتے ہیں

وائٹ ہاؤس کے 'بلیو روم' سے فی الحال انتا ہی

اس 'بلیو روم' کے نہاں خانوں سے ایک چیز یہ سامنے آئی ہے کہ اصلی اور بڑی خواہش اور کوشش ہی نہیں تیاری و ترجیح یہ ہے کہ غزہ چاہیے اور اہل غزہ اور حماس دونوں کے بغیر چاہیے

منصور جعفر

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے ساتھ اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کی وائٹ ہاؤس میں بالآخر ملاقات بھی ہوگئی، جس کا بظاہر بنیادی مقصد غزہ میں جنگ بندی کے لیے پیش رفت کرنا تھا،اس لیے دنیا میں بہت سوں کو اس ملاقات کا انتظار تھا۔ بہت سے ایسے بھی ہیں وہ پہلے سے ہی اس نتیجے کو پہنچ چکے ہیں کہ یہ ملاقات بظاہر تو جنگ بندی کے لیے ہے مگر حقیقتاً ایک نئی اور بڑی جنگ کی پیش بندی کے لیے ثابت ہوگی۔ جنگ بندی کا اعلان جس کی بہت سوں کو توقع تھی وہ بہر حال فوری سامنے نہیں آسکا۔ اس کی وجوہات مختلف اور متنوع ہوسکتی ہیں۔ اولاً جنگ بندی کا بڑا شور ہو چکا تھا مگر کچھ دوسرے، کچھ سنجیدہ اور کچھ اہم کاموں کے لیے ابھی وقت درکار تھا۔ جنگ بندی کے بلند کیے گئے غوغے سے جتنا اب تک فائدہ لینا تھا یا حاصل کرنا تھا وہ صدر ٹرمپ کی شخصیت کو نوبل انعام کے چار چاند لگانے کی کوشش کے سلسلے میں کچھ پیش رفت کرنا تھی۔

اپنے تئیں اسرائیل تو سب سے بڑا امن پسند ملک ہے۔ اس کے غیر فوجی قسم کے فیلڈ مارشل اب تک کئی جنگیں لڑ چکے ہیں اور اس وقت ایک جنگ 22 ویں ماہ میں داخل ہو چکی ہے جبکہ وہ ایک آدھ جنگ اپنی سٹریٹجی کی پائپ لائن میں ہمہ وقت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اب بھی محسوس کیا جا سکتا ہے کہ غزہ میں جنگ بندی کے بعد بھی وہ کم از کم ایک اور جنگ کی پیش بندی اور تیاری میں ضرور مصروف ہیں۔ اس لیے لازم تھا کہ وہ بین الاقوامی فوجداری عدالت کی طرف سے جنگی جرائم کی بنیاد پر مطلوب ہونے کی پروانہ کرتے ہوئے صدر ٹرمپ کو امن کے نوبل پرائز کا سب سے زیادہ مستحق قرار دیتے۔ اگر کوئی ان سے پوچھے تو وہ اصلی حقدار برائے نوبل انعام تو خود کو ہی سمجھتے ہوں گے مگر غزہ میں جنگی مصروفیات سے فی الحال ان کے پاس تقریب میں جانے کے لیے موقع بہر حال نہیں تھا۔

ایک خطرہ یہ بھی تھا ان کے انعام وصول کرنے کے لیے جاتے ہوئے کسی ملک کے رہنما میں انسانی حقوق کے حوالے سے نیو یارک کے متوقع میئر ظہران ممدانی کی روح حلول کر گئی تو نیتن یاہو کو گرفتار کرنے کی باتیں شروع کر دیتا۔ جو خواہ مخواہ رنگ میں بھنگ ڈالنے کے مترادف ہوتا۔

اب بھی نیو یارک کی طرف سے واشنگٹن آنے والی خبروں نے بدمزہ کیا ہے اور نوبل انعام برائے ڈونلڈ ٹرمپ کی مہم کی بنیاد

رکھنے میں کوشاں نیتن یاہو کو جنگی جرائم میں ملوث سمجھنے والے ظہران ممدانی نے اچھا نہیں کیا۔

خود صدر ٹرمپ نے بھی وہ تاریخی دستاویز حاصل کرتے ہوئے جس میں نیتن یاہو انہیں نوبل انعام کمیٹی کو لکھے گئے اپنے خط میں نامزد کر کے اس کی ایک نقل ہمراہ لائے تھے اور براہ راست صدر ٹرمپ کو پیش کر رہے تھے اس پر ٹرمپ کا تبصرہ بھی تاریخی تھا، 'واہ بہت خوب۔۔۔ آپ کا یہ نامزد کرنے والا خط بہت معنی خیز ہے۔' بہر حال نیتن یاہو نے تو غزہ میں 58 ہزار سے زائد فلسطینیوں کے قتل عام، پورے غزہ کو ملبہ بنانے اور اب موجودہ مرحلے میں خوراک لینے آنے والے اہل غزہ کو بھی لقمہ اجل بنانے کے بعد اپنی تمام تر امن گواہی ٹرمپ کے حق میں دیدی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ نیتن یاہو نے یہ کر کے ٹرمپ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ غزہ جنگ کے علاوہ لبنان، ایران اور یمن و شام میں حالیہ جنگی جارحیت کا اکیلا اسرائیل کچھ نہیں کر سکتا تھا، اس لیے انہوں نے ایک طرح سے نوبل انعام کے لیے صدر ٹرمپ کو نامزد کر کے اس کردار اور احسان کا اعتراف کیا ہے جو صدر ٹرمپ اور امریکہ نے شروع دن سے بالعموم اور حالیہ برسوں میں بالخصوص اسرائیل کے لیے اختیار کر رکھا ہے۔

وائٹ ہاؤس میں ہونے والے مذاکرات کی خوبصورتی یہ تھی کہ امریکہ میں نیتن یاہو کی اس اہم ترین ملاقات سے پہلے والی ملاقاتوں، باتوں اور گھاتوں کی کوئی بھنک باہر نہیں آنے دی گئی تھی۔ صرف صدر ٹرمپ کے ساتھ ہونے والے اس عشائیہ ملاقات اور لمبے مذاکرات کو اس سے قبل نیتن یاہو کی 'پبلک اپیئرنس' کے موقع پر 'ڈیکلیئر' کیا گیا تھا مگر ہوا یہ کہ اس کا بھی صرف وائٹ ہاؤس کے 'بلیو روم' میں ہونے والے پر تکلف عشائیے کی تصاویر اور نوبل انعام کے لیے نامزدگی کے خط کی حوالگی کی ویڈیو کے علاوہ باضابطہ کوئی چیز سامنے نہیں آنے دی۔ کوئی فیصلہ سامنے آیا نہ اعلان۔ گویا جو کچھ طے پایا اور عالمی برادری کو بتائے جانے کے لائق تھا وہ صرف نوبل انعام کے حوالے

سے نیتن یاہو اور ٹرمپ کا یہ نیا رشتہ تھا۔رہی باقی باتیں تو ان میں صدر ٹرمپ نے کوئی مشترکہ پریس کانفرنس نہ کر کے جہاں فیصلوں کو فوری سامنے نہ لانے کا بندوبست کیا وہیں یہ موقع بھی اپنے ہاتھ میں رکھنے کی کوشش جاری رکھی کہ جنگ بندی جب بھی ہو گی اس کا اعلان کرنے کا 'کریڈٹ' ٹرمپ ہی لیں گے۔

جیسا کہ اس سے پہلے وہ بعض جنگ بندی نما چیزوں کا اعلان خود کر کے اپنے 'ٹروتھ سوشل' کے توسط سے کر چکے ہیں۔یہ اور بات ہے ایلون مسک کہتے ہیں وہ ٹروتھ سوشل کو جانتے ہی نہیں۔اس 'بلیو روم' کے نہاں خانوں سے ایک چیز یہ سامنے آئی ہے کہ اصلی اور بڑی خواہش اور کوشش ہی نہیں تیاری و ترجیح یہ ہے کہ غزہ چاہیے اور اہل غزہ اور حماس دونوں کے بغیر چاہیے۔

اہل غزہ کے بغیر اس طرح کہ 'غزہ ہیومینٹیرین فاؤنڈیشن' کی غذائی طاقت سے اہل غزہ کے لیے 'ہیومینٹیرین کیمپ' لگا کر انہیں 'رضاکارانہ' طور پر یہاں سے نکل جانے کا موقع دیا جائے۔

یقیناً اسرائیلی فوج جس کے لیے وائٹ ہاؤس کے 'بلیو روم' میں دونوں کو تقریباً قائل اور مائل پایا گیا ہے کہ غزہ سے حماس کا جانا اب ٹھہر گیا ہے۔اس کی جگہ اسرائیلی فوج لازماً کچھ دیر یا عرصہ پورے غزہ کو اپنے کنٹرول میں رکھے گی۔

یہ 'غزہ فاؤنڈیشن' کی غذائی طاقت کے بغیر ممکن نہ ہو سکتا تھا گویا پہلے غزہ سے اسرائیلی فوج کی بدترین ناکہ بندی کے دوران 'غزہ فاؤنڈیشن' کے امدادی مراکز سے فلسطینیوں کے قتل عام کا ایسا ماحول بنایا جائے گا کہ یہ فلسطینی غزہ کے شمالی اور وسطی و جنوبی حصوں سے انتہائی جنوبی علاقے رفح کی طرف 'غزہ فاؤنڈیشن' کے 'محفوظ' کیمپوں میں جانے پر 'رضاکارانہ' طور پر مجبور ہوں گے۔

اگرچہ صدر ٹرمپ کا کہنا ہے کہ جو غزہ میں ہی رہنا چاہے گا وہ رہتا رہے، کوئی مسئلہ نہیں۔غزہ سے فلسطینیوں کی اس دوسرے انداز کی نسلی صفائی کے بعد ساتھ ساتھ اور پھر دونوں حالتوں میں اسرائیلی فوج حماس کا صفایا کرے گی۔اس کے لیے ابوشہاب نامی بدوی سردار کے 'امن لشکر' غزہ میں خانہ جنگی شروع کرنے میں اسرائیلی فوج کے مددگار بنیں گے۔امکانی طور پر حماس اور مزاحمت کرنے والے فلسطینیوں کے لیے اسرائیلی فوج کا آخری بلہ اور خانہ جنگی کا یہ مرحلہ کافی ثابت ہو جائے گا۔اس دوران 'غزہ فاؤنڈیشن' کے 'محفوظ' کیمپوں کو خوب مشہر کر کے فلسطینیوں کے لیے عملاً ہوں گے تو حراستی کیمپ ہی جیسے کبھی نازیوں نے یہودیوں کے لیے قائم کیے تھے۔مگر ان میں رہنے والے چونکہ اسرائیل و امریکہ کے بقول محفوظ تر ہوں گے۔اس لیے خطے کے ممالک بھی نہ صرف تسلیم کریں گے بلکہ تعاون بھی کریں گے۔

جیسا کہ نیتن یاہو نے امریکہ میں ہوتے ہوئے یہ اشارہ بھی دیا ہے کہ اسرائیل اور امریکہ کی کوشش یہ ہے کہ خطے میں ایسے ملک مل جائیں جو غزہ کے فلسطینیوں کو بسانا پسند کریں۔اس تناظر میں دیکھا جائے تو صدر ٹرمپ مصر، اردن اور اکا دکا عرب دوست ملکوں کا نام لے چکے ہیں اور انہیں 'رام' کرنے کے لیے ان کے کچھ کام کرنے اور دام بھرنے کے اشارے بھی دے چکے ہیں۔اس لیے بتدریج ہی سہی یہ مسئلہ بھی طے ہو جائے گا۔اس کی نوید نیتن یاہو کے الفاظ میں یہ ہے کہ ہم نے مل کر پہلے بھی کئی کامیابیاں حاصل کی ہیں اور آئندہ بھی یہ کامیابیاں بڑھتی رہیں گی۔ان مراحل کی کامیابی پر مہر تصدیق ابراہم معاہدے پر عمل کے لیے مزید عرب ملکوں کے قدم بڑھانے سے لگے گی۔

عرب ملکوں کی یہ مہر تصدیق بذریعہ ابراہم معاہدہ بالآخر امن کے نوبل انعام کی ٹرمپ کے نام ہونے کی راہ ہموار ہو گی اور اس وقت نیتن یاہو کا صدر ٹرمپ کو پیش کیے گئے خط کی نقل ایسے کام آنے کی نیتن یاہو کو امید ہے جیسے پرانے وقتوں میں راہداریوں اور معاہدوں کے آخر میں لکھا ہوتا تھا 'تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آوے'۔اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ وائٹ ہاؤس کے 'بلیو روم' میں صرف کھانا نہیں کھایا گیا اور بھی کافی پیش رفت اور پیش بندی کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔جس کے نتیجے میں اسرائیل کے حق میں فلسطین و غزہ ہی نہیں پورے مشرق وسطیٰ میں راوی امن ہی امن لکھے گا اور امن کے سالانہ نوبل انعام کا فیصلہ کرنے والی کمیٹی ٹرمپ کے لیے امن کا نوبل انعام لکھ دے گی۔بعد ازاں دیکھا جائے گا کہ ایران، لبنان، شام اور فلسطین میں کشتوں کے پشتے لگانے میں مل کر ایک 'خوبصورت امتزاج' کے ساتھ کام کرنے والے اسرائیل و امریکہ خطے میں کس مملکت کی ناہمواریوں کو اپنے حق میں ہموار کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ہاں بالکل، ایسے ہی ذرا یہ نوبل انعام مل جائے تو اس کے بعد دیکھیں گے۔'

انتقال پُر ملال ماہ جولائی 2025

شکیل احمد خان سونا واری کے (بھائی) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئے ❁ عمر جاوید کپواڑہ راولپنڈی میں قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ❁ محمد اکبر ڈار زینہ گیر کے (والد) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئے ❁ فیاض احمد لولاب کپواڑہ کی (ہمشیرہ) مقبوضہ کشمیر میں انتقال کر گئیں ❁ ماسٹر سید نذیر الدین کپواڑہ راولپنڈی میں وفات پا گئے ❁ وسیم احمد شاہ کرناہ حال چکری روڈ راولپنڈی کی والدہ محترمہ اور مددشاہ کرناہ حال مانکپیاں اے مظفر آباد کی والدہ محترمہ مقبوضہ کشمیر میں انتقال کر گئیں۔

اللہ پاک مرحومین کی مغفرت فرمائے

قارئین سے گزارش ہے کہ مرحومین کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے

پروفیسر خورشید احمدؒ کا شوقِ مطالعہ

محمد صادق کھوکھر۔اسلامک فاؤنڈیشن لیسٹر

مجھے پروفیسر خورشید احمد صاحب کے ساتھ برس ہا برس کام کرنے کی سعادت ملی ہے۔میں ان کے قائم کردہ ادارے اسلامک فاؤنڈیشن سے 1981 سے وابستہ ہوں۔اس ادارے کی کئی ذمہ داریاں ادا کرنے کے علاوہ میرا ایک کام اپنے ادارے کے لیے کتب کی خریداری بھی تھا۔اس کے علاوہ میں پاکستان، نائجیریا اور سعودی کے مختلف اداروں سمیت میں یہ خدمت پروفیسر خورشید احمد صاحب کے لیے بھی سرانجام دیا کرتا تھا۔ اس زمانے میں انٹرنیٹ وغیرہ نہیں ہوتا تھا۔اس لیے متعلقہ موضوعات کے متعلق کتب کا علم اوران کا حصول آسان کام نہیں تھا۔اول تو کتب کا ہی علم ہونا پھر ان کے پبلشرز اور ڈسٹری بیوٹر کا معلوم کرنا اور پھر خطوط اور ٹیلیفون سے آرڈر کرنا اور ادائیگی کرنا آج کی نسبت آسان نہیں تھا۔آج کل یہ سب کچھ آسان ہوگیا ہے۔ ڈائریکٹ پبلشرز سے یا ایمازون جیسی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعے بڑی آسانی سے ہر چیز حاصل کی جاسکتی ہے۔ پروفیسر خورشید احمد مجھے پاکستان سے کتب منگوانے کا لکھتے تھے۔ کتاب کے نام کے علاوہ مصنف کا نام پبلشر کا نام وغیرہ کا بھی تحریر کرتے تھے۔ مجھے بڑی حیرت ہوتی تھی کہ پروفیسر خورشید احمد صاحب کو پاکستان میں رہتے ہوئے مغربی دنیا میں شائع ہونے والی کتب کا علم کیسے ہوجاتا ہے کہ کیا چیز شائع ہو رہی ہے؟ جوں جوں وقت گزرتا گیا مجھ پر ان کی زندگی کے بارے میں کئی حقائق واضح ہونے لگے۔لیکن حیرت ہوتی کہ وہ یہ سب کچھ کیسے کر لیتے ہیں۔ رفتہ رفتہ مجھے علم ہوا کہ وہ کون کون سے میگزین کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ ہمیشہ باخبر رہتے ہیں۔میرا معمول تھا کہ میں انہیں کتب خرید کر پاکستان بھیج دیا کرتا تھا۔لیکن کبھی کبھار وہ مجھے لکھتے کہ ”میں برطانیہ پہنچ رہا ہوں اس لیے کتب پوسٹ نہ کروں۔میں آ کر دیکھ لوں گا“۔

جب وہ برطانیہ آتے تو اسلامک فاؤنڈیشن آتے ہی سب سے ملتے۔حال احوال پوچھتے۔مجھ سے بھی حال احوال کے بعد کتب کا دریافت کرتے۔ساتھ ہی کہتے کہ میں کتب ان کے کمرے میں پہنچا دوں۔وہ اپنی ہر کتاب کے پہلے صفحہ میں سب سے پہلے بسم اللہ تحریر کرتے نیچے اپنے دستخط کرتے۔پھر کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے سرسری سا دیکھتے۔اور پھر میٹنگ وغیرہ میں مصروف ہو جاتے۔ان کا مطالعہ بڑا وسیع تھا۔انہیں معلوم ہوتا تھا کہ ان کے من پسند موضوعات کے متعلق کیا شائع ہو رہا ہے۔ مثلاً پاکستان سے شائع ہونے والی کتب ومیگزین کے علاوہ بیرونِ ملک شائع ہونے والی کتب بھی ان کی زیر مطالعہ رہتی تھیں۔اس کے علاوہ یورپ اور امریکہ سے شائع ہونے والے

درج ذیل میگزین ان کی نظر سے ضرور گزرتے تھے۔فارن پالیسی۔فارن افیئر۔اکنامسٹ۔ٹائمز، نیوز ویک فار ایسٹ، اکنامسٹ ریویو، مڈل ایسٹرن، سٹڈے مڈل ایسٹ، جرنل دی مسلم ورلڈ، ایشین سروے وغیرہ

اسی طرح انہوں نے مجھے کہا ہوا تھا کہ میں انہیں روزانہ اہم اخبارات کے مضامین اور کالمز وغیرہ مہیا کیا کروں۔میں روزانہ پاکستان کے تمام بڑے اردو انگریزی اخبارات کے اہم کالمز اور دیگر مواد کاپی کر کے ان کو پہنچاتا تھا۔چونکہ ان کی نظر کمزور ہو چکی تھی۔اس لیے میں یہ سارا مواد بڑے حروف میں کر کے ان کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔پاکستانی اخبارات کے علاوہ میں انہیں نیو یارک ٹائمز، واشنگٹن پوسٹ، گارڈین، انڈیپنڈینٹ، فنانشل ٹائمز، مڈل ایسٹرن آئی، مونیٹر وغیرہ کے علاوہ چند بھارتی اخبارات کے مضامین بھی بھیجتا تھا۔شام کو وہ بڑی بے تابی سے میرے تیار کردہ مواد کا انتظار کیا کرتے تھے۔ اگر لیٹ ہو جاتا تو اکثر ٹیلیفون کر کے دریافت کیا کرتے تھے۔ جب انہیں یہ چیزیں ملتی تھیں تو ان کی خوشی دیدنی ہوتی تھی۔وہ ایک ایک چیز کا مطالعہ کرتے۔ پن سے مضمون کے اہم نکات انڈر لائن کرتے۔منتخب مضامین ڈاکٹر انیس احمد، سلیم منصور خالد یا آئی پی ایس کو بھجواتے۔قارئین کی اطلاع کے لیے بتانا چاہتا ہوں کہ میں ان کی خدمت میں روزانہ تقریباً دو درجن کے لگ بھگ مضامین پیش کیا کرتا تھا۔حتیٰ کہ میں جب پاکستان یا کسی دوسرے ملک جاتا تھا تو اپنا کمپیوٹر ساتھ لے کر جاتا تھا تاکہ انہیں یہ چیزیں بروقت ملتی رہیں۔میں مواد ان کے بیٹے حارث کو بھیج دیا کرتا تھا۔وہ پرنٹ کر کے پروفیسر صاحب کے حوالے کر دیتے تھے۔

جب وہ برطانیہ آتے اور انہیں لندن جانا ہوتا تو وقت نکال کر وہاں کے دو چار بڑے کتب فروشوں کے ہاں ضرور جاتے اور کتب خریدتے۔ لیسٹر میں بارڈر کے نام سے ایک بک شاپ تھی۔ایک دفعہ انہوں نے مجھے کہا کہ شام کو واپس جاتے ہوئے اس بک شاپ پر رکیں گے۔اتفاق سے اس دن دو طالبات بھی ہمراہ تھیں۔اس دن انہوں نے تقریباً تین چار سو پونڈ کی پچاس ساٹھ کے لگ بھگ کتب خریدیں تھی۔یہ دیکھ کر ایک طالبہ بول اٹھیں کہ انکل تو مکان کی مارگیج سے بھی زیادہ کتب پر خرچ کرتے ہیں۔کتاب ان کی کمزوری تھی۔اگر پسند آجائے تو

قیمت کی فکر نہیں کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے ایک کتاب مجھے امریکہ سے منگوانے کا کہا جو چار پانچ جلدوں پر مشتمل تھی۔ جس کی قیمت بہت زیادہ تھی۔ اس لیے خریدنے سے قبل میں نے قیمت بتائی۔ تاکہ انہیں احساس ہو اور وہ شاید انکار کر دیں۔ لیکن انہوں نے سارا سیٹ خریدا تھا۔ ایک دفعہ بھارت سے انہوں نے کئی کتب کے تین سیٹ منگوائے تھے۔ ایک اپنے لیے اور باقی دو اسلامک فاؤنڈیشن اور آئی پی ایس کے لیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامک فاؤنڈیشن اور آئی پی ایس کو انہوں نے بڑی مقدار میں کتب ہدیہ کیں تھیں۔ آخری دس بارہ برس وہ علالت کے باعث سفر کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ لیکن ان کا دل ہر وقت پاکستان میں لگا رہتا تھا۔ آئی پی ایس اور سلیم منصور خالد بھائی کے ذریعے وہ پاکستان میں شائع ہونے والی نئی کتب منگواتے رہتے تھے۔ ان کے شوقِ مطالعہ کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ سفر میں بھی وہ فارغ نہیں رہتے تھے۔ دورانِ سفر مطالعہ کرتے رہتے۔ عموماً سفر میں اخبارات، رسائل وغیرہ زیرِ مطالعہ رہتے۔ ایک دفعہ پی آئی اے لندن کی پرواز کے دوران ان کی برابر والی نشست پر آزاد کشمیر کے ایک سابق وزیرِاعظم بھی براجمان تھے۔ جنہیں کچھ دن برطانیہ میں قیام کے بعد جنیوا جانا تھا تاکہ وہاں مسئلہ کشمیر کے حوالے سے لابی کر سکیں۔ پروفیسر خورشید احمدؒ نے انہیں پوچھا کہ لابی کرنے کے لیے ساتھ مٹریل کیا لائے ہو؟ وہ لاجواب ہو گے۔ خورشید صاحب نے انہیں کہا کہ کسی آدمی کو اسلامک فاونڈیشن بھیجیں۔ تاکہ آپ کو مسئلہ کشمیر کے متعلق کتب اور دیگر مواد دیا جائے جو آپ ساتھ لے کر جائیں۔ دوسرے دن ہی ایک صاحب ان کی طرف سے آئے جنہیں میں نے پروفیسر صاحب کی ہدایت کے مطابق کتب اور کتابچے دیئے۔ وہ بتایا کرتے تھے کہ کسی زمانے میں صبح کے وقت مطالعہ کیا کرتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ مصروفیات بڑھتی چلی گئیں۔ اس لیے دن کو میٹنگ وغیرہ میں مصروف رہتے لہذا انہیں مطالعہ کے لیے رات کو وقت ملتا تھا۔ لکھنے سے قبل متعلقہ مواد جمع کر لیتے تھے۔ مجھے کہتے کہ فلاں فلاں چیز ان تک پہنچا دوں۔ پھر رات کو لکھنے بیٹھ جاتے۔ میں نے کئی دفعہ اندازہ کیا کہ ترجمان القرآن کے

اشارات مکمل کرنے کے بعد ہی آرام کرتے تھے۔ مجھے ٹیلیفون کرتے کہ اشارات تیار ہیں۔ اس کی کاپی ادارہ ترجمان القرآن کو بھیج دیں۔ مسلم سجادؒ صاحب کے زمانے میں انہیں بذریعہ فیکس روانہ کیا کرتا تھا بعد ازاں سلیم منصور خالد کو بذریعہ ای میل بھیج دیا کرتا تھا۔ ان کی عادت تھی کہ ٹائپ سیٹ ہونے کے بعد ایک نظر ضرور دیکھتے اور اگر ترمیم کی ضرورت ہوتی تو کر دیا کرتے تھے۔ سفر میں عموماً میں ہی انہیں لے کر جاتا تھا۔ اس لیے ہر طرح کے سوالات پوچھتا۔ اس لحاظ سے مجھے ان سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے بتایا کہ وہ شروع میں اشتراکیت کی طرف مائل ہو گے تھے۔ جس کی وجہ پنڈت جواہرلال نہرو کی کتب تھیں اگرچہ ان کے والد نذیر قریشیؒ صاحب کی سید مودودیؒ سے گہری دوستی تھی لیکن سید مودودیؒ کی کتب سے قبل وہ نہرو کی کتب کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ بچپن میں ان کی دوستی اقبال احمد خان صاحب سے تھی جو اس زمانے میں اسلامی ذہن رکھتے تھے اور خورشید صاحب کا رجحان سوشلزم کی طرف تھا۔ بعد ازاں اقبال خاں اشتراکیت کے علمبردار بن گے اور پروفیسر خورشید احمدؒ نے اپنی زندگی اسلام کے لیے وقف کر دی۔ خود بتاتے ہیں کہ علامہ اقبالؒ، محمد اسدؒ اور خاص طور پر سید مودودیؒ کی تحریروں نے ان کی کایا پلٹ دی۔ اسی طرح وہ مولانا امین احسن اصلاحیؒ، عبدالماجد دریا بادیؒ، سید سلیمان ندویؒ، شبلی نعمانیؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کی کتب بھی انہیں پسند تھیں۔ مولانا حالی کی مسدس اور اقبال کی بانگِ درا بچپن میں یاد کر لی تھیں۔ مولانا محمد علی جوہرؒ کے اخبار کامریڈ کی تمام فائلیں نظر سے گزری تھیں۔ سید ابوالحسن علی ندویؒ، ڈاکٹر حمید اللہؒ، محمد اسدؒ اور مصطفیٰ احمد زرقاؒ اور یوسف القرضاویؒ سے ذاتی تعلقات تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے نسیم حجازیؒ کے تقریباً سارے ناول مطالعہ کیے ہوئے ہیں۔ جن کی وجہ سے کچھ کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

مطالعہ کے متعلق انہوں نے ایک خاص بات یہ بتائی تھی کہ کسی سبجیکٹ کے متعلق وہ دو تین بنیادی کتب ضرور پڑھتے ہیں تاکہ موضوع کا مکمل احاطہ ہو جائے۔ اس کے بعد باقی مطالعہ ہوتا رہتا ہے۔ ایک باب مکمل کر کے اس کے متعلق تھوڑا سا سوچتے اور پھر دوسرا باب شروع کرتے ہیں۔ جو چیز زیرِ مطالعہ ہوتی اس کے خاص خاص نکات کو پن یا پنسل سے انڈرلائن کر لیتے ہیں تاکہ دوبارہ دیکھنے پر انہیں آسانی رہے۔ ان کے قریب رہنے کی وجہ سے میں نے ان کے شوقِ مطالعہ کے متعلق اپنے مشاہدات آپ کی نذر کر دئیے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اسے پڑھ کر کوئی شخص اسی راہ پر گامزن ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خطائیں معاف فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

آمین۔ ثمہ آمین

حضرت نجم الدین خانؒ: وہ جو چراغ بن کے جلتا رہا

شیخ محمد امین

کبھی کبھی کچھ لوگ زمین پر نہیں، آسمان سے اترتے ہیں۔ ان کی زندگی میں ایک خاص روشنی، ایک غیر مرئی صداقت اور ایک ایسی قربانی چھپی ہوتی ہے جو صدیوں کے بعد کسی قوم کو نصیب ہوتی ہے۔ نجم الدین خانؒ بھی انہی روشن میناروں میں سے ایک تھے، جن کی زندگی ایک پوری نسل کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ میں ان کا صرف ہم عمر دوست نہیں تھا، میں ان کے درد کا گواہ تھا، ان کے خوابوں کا ہمسفر تھا، ان کے عزم کی حرارت کو چھو کر جینے والا ایک خوش نصیب انسان تھا۔ ان کی مسکراہٹ کے پیچھے کرب کا وہ سمندر چھپا ہوتا تھا جسے شاید وہی سمجھ سکتا ہے جس نے اپنی قوم کے لیے سب کچھ لٹا دیا ہو—خاندان، سکون، صحت، حتیٰ کہ جسم کی طاقت بھی۔ بھارت کے قابض مظالم نے جس طرح نجم الدین خان کے خاندان کو چُنا، وہ محض حادثہ نہیں، بلکہ اُس نظریے سے دشمنی تھی جسے یہ خاندان سینے سے لگائے بیٹھا تھا—اسلام، کشمیر، اور آزادی۔ اُن کے بھائی عبدالقیوم خان کی شہادت، والد پر بہیمانہ تشدد، اور خود نجم الدین کی گرفتاری و معذوری—یہ سب ایک ایسی داستان کا حصہ ہے جس میں کردار خون سے لکھے گئے ہیں۔ جسمانی معذوری کا شکار ہونا کسی کے لیے زندگی کا خاتمہ بن جاتا ہے، لیکن نجم الدین خان کے لیے یہ قربانی کا آغاز تھا۔ 1993 میں جب وہ کنٹرول لائن عبور کر کے مظفرآباد پہنچے، تو ان کے پاؤں بھلے کمزور تھے، لیکن ارادہ فولادی تھا۔ انہوں نے نہ صرف حزب المجاہدین میں شامل ہو کر

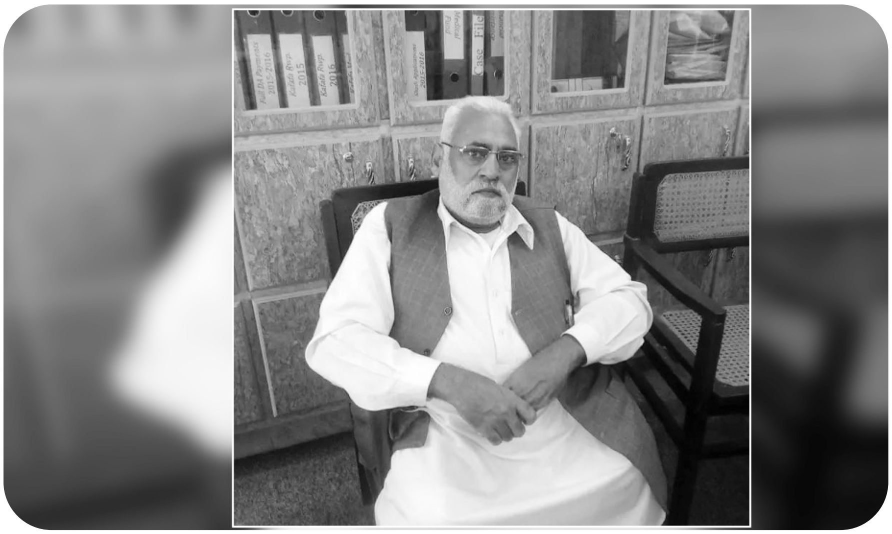

عسکری ذمہ داریاں سنبھالیں بلکہ بیس کیمپ میں نوجوانوں کی تربیت، حوصلہ افزائی، اور نظریاتی شعور بیدار کرنے میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ کشمیر کے عظیم مجاہد محمد اشرف صحرائی کے بھتیجے ہونے کے ناطے اُن پر تحریک کا رنگ گھٹی میں پڑا تھا۔ جنید اشرف صحرائی کی شہادت کے بعد ان کی آنکھیں نم تو ہوئیں، لیکن حوصلہ پست نہ ہوا۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے: ”ہماری قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی، یہ خون رنگ لائے گا، اگر ہم سچے رہے تو فتح قریب ہے۔“ آج جب میں اُن کا ذکر کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی گھمبیر آواز میرے دل کے اندر سے پکار رہی ہو— ”مت تھکو، مت رکنا، نجم ابھی زندہ ہے!“ ایسا کردار کبھی مرتا نہیں، ایسا مجاہد کبھی دفن نہیں ہوتا، وہ تو اس تحریک کی سانسوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ 24 اگست 2022 کا دن صرف اُن کی رحلت کا دن نہیں تھا، وہ دن ہماری نسل کی آزمائش کا آغاز تھا۔ کیا ہم اُن کے چھوڑے ہوئے خواب کو زندہ رکھ سکیں گے؟ کیا ہم اُس صبر، حوصلے اور نظریاتی یکسوئی کو باقی رکھ سکیں گے جس کے وہ پیکر تھے؟ نجم الدین خان کے بغیر مظفرآباد کی گلیاں ویران لگتی ہیں۔ ان کے بغیر محفلیں سونی لگتی ہیں۔ اور ان کے بغیر جدوجہد کا راستہ کچھ اجنبی سا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن اُن کی تربیت، اُن کی دعائیں، اور اُن کی مثال ہمیں جھنجھوڑتی ہے کہ ہم بھٹکنے نہ پائیں۔ زندگی کے ہر موڑ پر اُن کی یاد ساتھ رہے گی۔ وہ میرا دوست تھا، میرا بھائی، میرا رہنما، اور میری دعا۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں شہدائے حق کے ساتھ جوڑے، اور ہمیں اُن جیسا بے لوث، بے خوف، اور باوفا بننے کی توفیق عطا کرے۔ سلام اے مردِ مجاہد، سلام اے چراغِ صداقت، سلام اے نجم الدین خانؒ!

کشمیر کے عظیم مجاہد محمد اشرف صحرائی کے بھتیجے ہونے کے ناطے اُن پر تحریک کا رنگ گھٹی میں پڑا تھا۔ جنید اشرف صحرائی کی شہادت کے بعد ان کی آنکھیں نم تو ہوئیں، لیکن حوصلہ پست نہ ہوا۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے: ”ہماری قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی، یہ خون رنگ لائے گا، اگر ہم سچے رہے تو فتح قریب ہے۔“ آج جب میں اُن کا ذکر کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی گھمبیر آواز میرے دل کے اندر سے پکار رہی ہو— ”مت تھکو، مت رکنا، نجم ابھی زندہ ہے!“ ایسا کردار کبھی مرتا نہیں، ایسا مجاہد کبھی دفن نہیں ہوتا، وہ تو اس تحریک کی سانسوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

آہ!!! ماسٹر سید نذیر الدین

مجاہد ابوموسیٰ بدری

ماسٹر سید نذیر الدین صاحب کپواڑہ ابھی کچھ ماہ قبل سے گلے کے کینسر میں شدید ترین درد وتکلیف میں مبتلا تھے۔ 21 جولائی سوموار کی شام لاہور شوکت خانم ہسپتال میں انتقال کر گئے۔ 36 سال سے وطن سے کوسوں دور، بہت دور، ھجرت کی زندگی گزارتے انتہائی کسمپرسی کی حالت میں بالآخر ابدی نیند سو ہی گیا۔ غریب الوطنی میں موت، ایک ایسا زخم ہے جو کبھی بھرنے سے بھرتا ہی نہیں ہے۔ بس ابھرتا ہی رہتا ہے، دل میں ایک عجیب قسم کی کسک وخلش سی باقی رہ جاتی ہے کہ کاش اسے آخری دیدار کیلئے اپنے وطن کی سرزمین کا ایک ٹکڑا ہی نصیب ہوتا۔

جانا تو اس دنیا سے ہم سب نے بہرصورت بھی ہے، لیکن کسی کی زندگی ایسے گزر جاتی ہے کہ بس فقط ایک نئی داستان رقم ہو جاتی جس میں کبھی تکلیفیں تو کبھی اپنوں کے بچھڑنے کا غم تو کبھی وقت کے بے رحم ہاتھوں میں شدید کسمپرسی میں زندگی گذارنے کیلئے کافی پیرانہ سالی عمر میں بھی ہاتھ پاؤں مارنے پڑتے ہیں۔ مرحوم کچھ زیادہ ہی مشکلات میں انتہائی پڑھے لکھے ہونے کے باوجود جکڑے ہوئے تھے۔ میرا ان کے ساتھ قریبی تعلق تھا، میں نے انکو انتہائی کسمپرسی میں زندگی گزارنے کے باوجود اعلیٰ درجے کا مہمان نواز اور انتہائی باصلاحیت بااخلاق اور غریب پرور مخلص وملنسار شخصیت کا مالک پایا۔ مجال ہے کہ انکو گھر میں کسی مہمان کے آنے پہ ماتھے پہ کوئی شکن ابھری ہو۔ وہ اکثر دوسروں کی پریشانیوں کو دیکھ کر اپنے غم اور پریشانیوں کو نظر انداز کیا کرتے تھے۔ مالی حالات مخدوش ہونے کے باوجود وہ غریب پرور اتنے تھے کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ ایک عالم تھے۔ ایک استاد بھی تھے لیکن ذرا بھی تکبر نہیں تھا۔ انتہائی باصلاحیت تجزیہ نگار کے ساتھ ساتھ وقت کی نزاکت کو سمجھنے والے اور مختلف موضوعات پر دلائل اور حقائق کی بنیاد پر بات کرنے والے بالآخر ہم سے جدا ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرما کر شہادت کے عظیم ترین مرتبہ عطاء اور جنت الفردوس میں انکو اعلیٰ، بالا مقام پہ فائز فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

آخری سفر!!!

صابر حسین بڈگام

ہمارے ایک عزیز ساتھی ماسٹر سید نظیر الدین کپواڑہ گزشتہ چھ ماہ سے پھیپھڑوں کے کینسر میں مبتلا تھے۔ یہ مہینے صرف بیماری کے

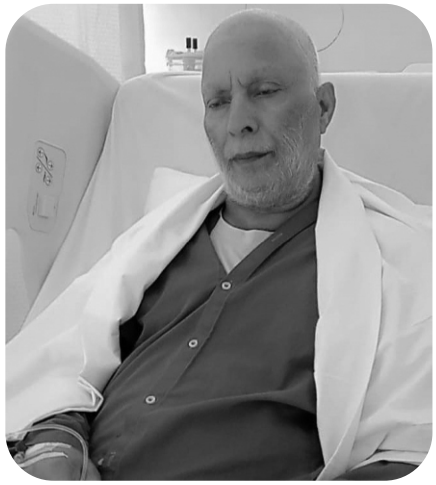

نہیں تھے، بلکہ صبر، حوصلے، اور امید کے مہینے تھے۔ راولپنڈی سے بار بار لاہور شوکت خانم ہسپتال جانا، طویل راستے طے کرنا، کیموتھراپی، چیک اپ، دوائیں... سب کچھ اس امید کے ساتھ

کہ شاید زندگی ایک بار پھر مسکرا اٹھے۔ ہر بار وہ ہسپتال کی راہداریوں سے گزر کر، اپنا درد چھپائے، چپ چاپ لڑتے رہے۔ کبھی دکھ نہ دیا، کبھی شکوہ نہ کیا۔ ہر ملاقات میں یہی احساس ہوتا کہ وہ زندگی سے جیتنا چاہتا ہے، وہ جینا چاہتا ہے ہمارے لیے، اپنے پیاروں کے لیے۔ مگر آج...... آج وہ لمحہ آ گیا جس کا تصور بھی ہمارے دلوں کو چیر دیتا ہے۔ آج طبیعت کچھ زیادہ خراب ہوئی۔ تھوڑا سا سنبھلے، تو لاہور شوکت خانم کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ سفر بھی امید کا تھا، شاید وہاں پہنچ کر کچھ بہتری ہو، شاید ڈاکٹر کچھ نیا کر پائیں۔ مگر...... تقدیر نے کچھ اور طے کر رکھا تھا۔ سفر جاری تھا، سانسیں مدھم ہوتی جا رہی تھیں... اور پھر...... اسی سفر میں، اسی ہسپتال کے دروازے کے قریب، وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ شوکت خانم کے دروازے تک پہنچے...... مگر وہاں زندگی کی نہیں، آخرت کی خبر ملی۔ ڈاکٹروں نے انہیں دیکھ کر وفات کی تصدیق کر دی۔ ان کا دنیا کا علاج مکمل ہوا، اب وہ رب کی رحمتوں کے سپرد ہو چکے ہیں۔ ایک خاموش بچھڑنا۔ کتنی خاموشی سے وہ ہم سے جدا ہو گئے، نہ کوئی فریاد، نہ کوئی الوداع...... بس ایک خاموش سفر جو ہمیں یقین دلاتا ہے کہ زندگی ایک لمحے کا نام ہے، اور موت ایک پل کی دوری پر ہے۔ ان کا جانا ہمیں یہ سکھا گیا کہ زندگی کتنی ناپائیدار ہے۔ بیماری میں بھی صبر کیسا ہوتا ہے اور یہ کہ آخری سفر کی تیاری ہر وقت ساتھ رکھنی چاہیے۔ کہہ دو: جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تمہیں آ کر ہی رہے گی (الجمعہ 8:) اے اللہ! ہمارے اس ساتھی کو، جو چھ ماہ تک بیماری میں صابر و شاکر رہا، تو اپنی رحمتوں سے ڈھانپ لے۔ اس کی تمام تکلیفوں کو اس کے لیے کفارۂ گناہ بنا دے، اس کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے، اور ہمیں اس کے لیے صدقۂ جاریہ بننے کی توفیق عطا فرما۔ آمین یارب العالمین۔

شہید برہان وانی کی یاد میں ایک پروقار تقریب

رپورٹ (صائم فاروقی)

08 جولائی 2025 کو آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفر آباد میں شہید برہان مظفر وانی اور ان کے دو ساتھیوں سرتاج احمد شیخ اور پرویز احمد ڈار کی نویں برسی کے موقع پر جموں و کشمیر شہداء فاؤنڈیشن کے اہتمام سے ایک عظیم الشان تقریب کا انعقاد کیا گیا۔تقریب کا آغاز اللہ تعالیٰ کے پاک کلام، قرآن مجید کی تلاوت سے کیا گیا۔شہید برہان مظفر وانی کی یاد میں منعقد کی گئی اس عظیم الشان تقریب کے سٹیج سیکرٹری کے فرائض برادر قاری مصعب الحق نے احسن طریقے سے نبھائے،انہوں نے پروگرام کے دوران نظم وضبط کو برقرار رکھنے اور پروگرام کو کامیاب بنانے میں اپنا کردار بخوبی ادا کیا۔ برہان شہید کی اس پروقار تقریب کی صدارت جموں وکشمیر شہداء فاؤنڈیشن کے سربراہ محمد عارف نے کی، جس میں سیاسی، سماجی اور حریت رہنماؤں سمیت عوام کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔تقریب سے امیر جماعت اسلامی آزاد جموں وکشمیر گلگت بلتستان ڈاکٹر محمد مشتاق خان، آزاد جموں و کشمیر اسمبلی کے سپیکر چوہدری لطیف اکبر، تاجر برادری کے رہنما عبدالرزاق خان، حریت رہنما سید گلشن احمد، شوکت جاوید میر، پاسبان حریت کے سربراہ اور کشمیری مہاجر رہنما عزیر احمد غزالی، سیکرٹری اطلاعات حریت کانفرنس آزاد کشمیر شاخ مشتاق احمد بٹ اور مشتاق الاسلام نے شہید برہان وانی اور تحریک آزادی کشمیر کے شہداء کو خراج عقیدت پیش کیا۔مقررین نے کہا کہ برہان وانی نے اپنے خون سے تحریک آزادی کو نئی جلا بخشی اور ثابت کیا کہ مسئلہ کشمیر کا حل مذاکرات یا سفارت کاری نہیں، بلکہ ایک مضبوط، منظم اور پرعزم جدوجہد ہے۔انہوں نے واضح کیا کہ بھارت کی ہٹ دھرمی نے ظاہر کر دیا ہے کہ صرف طاقت ہی اس دیرینہ مسئلے کا حل ہے۔مقررین نے کہا کہ برہان وانی

نے سوشل میڈیا کے ذریعے تحریک کو نئی جہت دی اور نوجوانوں میں آزادی کا جذبہ بیدار کیا۔انہوں نے پاکستان کے اداروں سے مطالبہ کیا کہ وہ عالم اسلام کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے کشمیری مجاہدین کی بھرپور حمایت کریں۔ ان کا کہنا تھا کہ کشمیری قوم لاکھوں قربانیوں کے باوجود ثابت قدم ہے اور بھارتی جارحیت کا مقابلہ کر رہی ہے۔تقریب میں زور دیا گیا کہ جہاد کا راستہ ہی آزادی کا راستہ ہے۔مقررین نے کہا کہ کشمیری عوام اپنے خون سے تحریک کی آبیاری کر رہے ہیں، اور یہ قربانیاں تقاضا کرتی ہیں کہ بھارتی غاصبانہ قبضے کے خاتمے کے لیے جدوجہد کو تیز کیا جائے۔انہوں نے عالمی برادری کی خاموشی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اور آزاد کشمیر کو اس عظیم تحریک کی بھرپور حمایت کرنی چاہیے، کیونکہ کشمیریوں کی حمایت ایمان کا تقاضا ہے۔مقررین نے کہا کہ پاکستان اور آزاد کشمیر کو مظلوم کشمیریوں کی پشت پر کھڑا ہونا چاہیے تاکہ بھارتی ظلم سے نجات دلائی جاسکے۔شہداء فاؤنڈیشن کے سربراہ محمد عارف نے اختتامی خطاب کا آغاز ایک شعر سے کیا۔

اُن شہیدوں کی دِیَت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خُوں جن کا حرم سے بڑھ کر

انہوں نے کہا شہید برہان مظفر وانی نے تحریک آزادی کشمیر کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہی نہیں کیا بلکہ وہ تحریک آزادی کشمیر کے اس نئے باب کا عنوان بنے۔ انہوں نے زور دیا کہ ہمیں برہان کے نظریے کو زندہ رکھتے ہوئے آخری سانس تک جدوجہد جاری رکھنی ہے۔انہوں نے خبردار کیا کہ اگر مسئلہ کشمیر بروقت حل نہ کیا گیا تو یہ خطہ ایٹمی جنگ کا شکار ہوسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھارت کی جانب سے کشمیریوں کی زمینوں پر قبضہ، ملازمین کی برطرفی اور لاکھوں کی تعداد میں غیر قانونی ڈومیسائل کے اجرا جیسے مظالم جاری ہیں، لیکن کشمیری قوم پوری جرأت سے ان جابرانہ اور ظالمانہ مظالم کا مقابلہ کرتی آئی ہے اور آج بھی کر رہی ہے۔صدر محفل نے تمام شرکاء کا تہہ دل سے تقریب میں اپنا قیمتی وقت دینے پر شکریہ ادا کیا۔تقریب کے اختتام پر اس عزم کو دہرایا گیا کہ کشمیری قوم اپنے شہداء کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گی اور دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ شہداء کے درجات بلند فرمانے کے ساتھ ساتھ تحریک آزادی کشمیر کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔

جنگ، بحران اور صحافت: ایک فکری سفر کی روداد

شیخ محمد امین

جب دنیا کے کسی کونے میں گولہ باری ہوتی ہے، ٹینک چلتے ہیں، بارود پھٹتا ہے اور انسان بستیاں چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کرتے ہیں تب صرف فوجی، سیاستدان یا امدادی کارکن ہی میدان میں نہیں ہوتے؛ ایک اور کردار بھی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر منظرِ عام پر آتا ہے جسے عرف عام میں صحافی کہتے ہیں۔ ایسا صحافی جو صرف خبر کی تلاش میں نہیں، بلکہ تاریخ کی آنکھ اور انسانیت کی آواز بن کر سامنے آتا ہے۔ یہی موضوع تھا بین الاقوامی ریڈ کراس کمیٹی (ICRC) اور انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز (IPS) کی مشترکہ میزبانی میں منعقد ہونے والی دو روزہ ورکشاپ کا، جو" ہنگامی حالات اور مسلح تصادم میں صحافت کا کردار" کے عنوان سے منعقد ہوئی۔

یہ ورکشاپ محض ایک تربیتی نشست نہ تھی بلکہ ایک فکری و اخلاقی تجربہ تھی، جس نے صحافت کو نئی آنکھ سے دیکھنے اور برتنے کی

دعوت دی۔ جہاں ایک طرف یہ احساس ہوا کہ صحافی ہونا صرف لفظوں کا کھلاڑی بننا نہیں بلکہ ضمیر، حساسیت، قربانی اور انسان دوستی کے اصولوں پر کاربند ہونا بھی ہے؛ وہیں دوسری طرف یہ بھی سمجھ میں آیا کہ ایسے نازک حالات میں رپورٹنگ کا مطلب صرف" کون جیتا، کون ہارا" بتانا نہیں، بلکہ وہ دکھ سنانا بھی ہے جسے اکثر دنیا نظرانداز کر دیتی ہے۔ ورکشاپ کے مختلف سیشنز میں نامور ماہرین تعلیم، ابلاغ اور بین الاقوامی امور نے شرکت کی جن میں ڈاکٹر ندیم فرحت گیلانی، ڈاکٹر ضیاء اللہ رحمانی، ڈاکٹر یاسر ریاض، ڈاکٹر ثاقب جواد اور دیگر ماہرین شامل تھے۔ ان تمام افراد نے اپنے خطاب میں محض اعداد وشمار اور معلومات فراہم نہیں کیں، بلکہ صحافت کے اخلاقی اور انسانی پہلوؤں پر نہایت بصیرت افروز گفتگو کی۔

ڈاکٹر گیلانی نے ابلاغ کی اخلاقیات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ

صحافت وہ ہنر ہے جس کا اولین مقصد" خبر دینا نہیں، حق ادا کرنا" ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر ضیاء اللہ رحمانی نے انسان دوستی کے اصولوں کو بنیاد بنا کر یہ نکتہ اٹھایا کہ اگر ایک صحافی، فریقین کے بیانیے سے بلند ہو کر متاثرین کی زبان بن جائے تو وہ دنیا کے لیے ایک آئینہ بن سکتا ہے۔ ڈاکٹر یاسر ریاض نے صحافت اور بین الاقوامی انسانی قانون کے درمیان تعلق واضح کیا، جبکہ ڈاکٹر ثاقب جواد نے ڈیجیٹل صحافت اور غلط معلومات (disinformation) کے پھیلاؤ پر تشویش ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ جنگی حالات میں" جھوٹ" صرف ایک خبر نہیں بلکہ ایک ہتھیار بن جاتا ہے، جو انسانوں کی زندگیاں اور صورتحال کو بدل دیتا ہے۔

ورکشاپ کے انتظامات مثالی تھے۔ جناب باصل قریشی اور ان کی ٹیم کی سنجیدہ کاوش، وقت کی پابندی، پروفیشنل ماحول، اور مہمان نوازی ہر مرحلے پر نمایاں تھی۔ ہر سیشن نہ صرف علمی لحاظ سے بھرپور تھا بلکہ اس میں شرکاء کو سوالات، مشاہدات اور تجربات بانٹنے کی آزادی بھی حاصل تھی۔ ایسی ورکشاپس صرف علمی نشست نہیں ہوتیں بلکہ شعور کی تعمیر اور ضمیر کی بیداری کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اس ورکشاپ کی بدولت ہمیں بین الاقوامی ریڈ کراس تنظیم کے کردار اور مشن کے بارے میں بھی گہرائی سے جاننے کا موقع ملا۔ یہ ادارہ نہایت خاموشی سے دنیا کے شورش زدہ علاقوں میں انسانیت کے لیے کام کر رہا ہے۔ وہ قیدیوں سے لے کر مہاجرین تک، اور زخمیوں سے لے کر یتیم بچوں تک ہر طبقے کی مدد میں مصروف ہے، بغیر کسی نسلی، مذہبی یا سیاسی تفریق کے۔ اگرچہ یہ سچ بھی اپنی جگہ ہے کہ عالمی ادارے اکثر طاقتور ریاستوں کی حکمتِ عملی کا حصہ بن جاتے ہیں اور ان کا غیر جانبدارانہ کردار متاثر ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود، ICRC جیسے ادارے کسی حد تک انسان دوست فریم ورک میں کام کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔ اور یہی بات انہیں قابل قدر بناتی ہے۔

ورکشاپ کے دوران یہ احساس بھی شدت سے ابھرا کہ اگر جناب منصور جعفر (ماہر امور مشرق وسطیٰ)، ڈاکٹر شاہد مسعود، جناب حامد میر، اور جناب خالد منصور جیسے تجربہ کار صحافیوں اور تجزیہ کاروں کو بھی ان نشستوں میں شامل کیا جائے تو نوجوان صحافیوں کو بے پناہ فائدہ ہوسکتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے میدانِ جنگ میں جا کر رپورٹنگ کی ہے، عالمی طاقتوں کی چالوں کو سمجھا ہے، اور انسانی دکھ کو اپنی تحریروں میں سمویا ہے۔ ان شخصیات نے فلسطین، کشمیر، افغانستان، عراق جیسے حساس خطوں پر رپورٹنگ، تجزیہ اور کتاب نویسی کے ذریعے جو خزانہ تیار کیا ہے، وہ نئی نسل کے لیے بیش قیمت اثاثہ ہے۔ ایسے افراد کی شرکت ان ورکشاپس کو نہ صرف زمینی حقیقتوں سے جوڑے گی بلکہ صحافت کی روحانی اور اخلاقی بنیادوں کو بھی مضبوط کرے گی۔

داستان حجازی

راہ حق میں ہوئے میرے حادثے کی کہانی میری زبانی

جو رُکے تو کوہ گرِاں تھے ہم۔۔۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

وسیم حجازی

بارہویں جماعت میں ہجرت سے قریباً دو ماہ قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سرحد کے اس پار پاکستان جارہا ہوں اور وہاں اپنی پڑھائی شروع کر رہا ہوں۔ یہ خواب دیکھنے کے دو مہینے بعد جب میں سچ مچ سرحد پار کرکے پاکستان پہنچ گیا تو میں اس خواب کے دوسرے حصے کے بارے میں سوچتا رہتا۔ ساڑھے تین سال تک خواب کے اس دوسرے حصے نے مجھے ہمیشہ مخمصے میں ڈال دیا کہ اگر میں پاکستان عسکری تربیت کیلئے آیا ہوں تو پڑھائی کا کیا مطلب ہے؟ جب میں مظفرآباد آیا تو یہاں خواب کے اس دوسرے حصے نے اپنا رنگ دکھانا شروع کیا۔ میں نے خواب کے اس دوسرے حصے پر سنجیدگی سے سوچنا شروع کیا کیونکہ اب میرے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا آپشن بھی نہیں تھا۔ میں جس عسکری تربیت کیلئے پاکستان آیا تھا اس عسکری تربیت نے مجھے ہمیشہ کیلئے وہیل چیئر پر بٹھا دیا تھا۔

اب زندگی تو جیسے تیسے گزارنی ہی تھی لیکن یوں بیکار رہ کر ذہنی پریشانی کا شکار ہونے سے بہتر تھا کہ اپنے ذہن کو کسی طرح مصروف رکھا جائے۔ لاہور واپسی کے بعد مظفرآباد میں کئی مہینے اسی سوچ میں گزرے کہ مجھے خود کو ذہنی طور پر مصروف رکھنا چاہیے۔ اسی دوران فاطمہ باجی بھی مجھ سے ملنے مظفرآباد آگئی۔ ان کے ساتھ بھی اس حوالے سے میری گفتگو ہوئی۔ محمد مقبول پنڈت، یٰسین چارلی اور محمد علی سے بھی مشاورت ہوئی۔ اس کے علاوہ اور ساتھیوں سے بھی اس معاملہ پر بات چیت ہوئی۔ بالآخر یہ طے پایا کہ مجھے اپنی پڑھائی پھر سے شروع کرنی چاہیے۔ چونکہ میں 1993 میں بارہویں جماعت کا طالب علم تھا۔ اس لئے مروجہ تعلیم کا سلسلہ جو یہاں پر منقطع ہوا تھا اسکو پھر سے شروع کرنے کا میں نے حتمی فیصلہ لے لیا۔

یوں تقدیر نے چار سال پہلے کے طالبِ علم کو طویل عرصے کا کٹھن سفر طے کرا کے پھر سے مروجہ تعلیم کا طالبِ علم بنا دیا۔ طالبِ علمی سے طالبِ علمی تک کا سفر کس قدر پیچیدہ مشکل اور دشوار تھا اسکا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ اکتوبر 1993 سے اکتوبر 1997 تک پورے چار سال ہو چکے تھے اور ان چار سالوں میں میری کتابِ زندگی کے ہر ورق پر امتحانوں، آزمائشوں اور قربانیوں کی داستانیں رقم ہو چکی تھیں۔ اپنے طالبِ علمی کے زمانے میں، میں تو کتابی کیڑا تھا ہی۔ اب پھر سے گردشِ لیل ونہار نے مجھے کتابی کیڑا بنا دیا۔ چار سال پہلے بارہ سال تک کتابوں کی دنیا میں کھو جانے والا طالب علم پہلے ایک خاص مقصد حاصل کرنے کیلئے تعلیم حاصل کر رہا تھا لیکن اب وہ بس اپنے آپ کو ذہنی طور پر مصروف رکھنے کیلئے کتابوں کا مطالعہ کر رہا تھا۔

میری پڑھائی دراصل میری Rehabilitation Process کا ہی ایک حصہ تھی۔ اپنی جسمانی معذوری سے اپنی توجہ ہٹانے کیلئے اب میرے لئے ضروری تھا کہ میں کسی طرح اپنے ذہن کو مصروف رکھوں۔ میں اپنی زندگی کے انتہائی ہولناک تجربے سے گزر رہا تھا۔ میں جسمانی تکلیف کے ساتھ ساتھ ذہنی تکلیف سے بھی گزر رہا تھا۔ اس نئی طرز زندگی کی تکالیف کو اپنے ذہن پر سوار ہونے سے مجھے بچانا تھا۔ مجھے پراگندہ خیالوں اور عجیب وغریب ذہنی وسوسوں سے خود کو دُور رکھنا تھا۔ مجھے اپنی آنکھوں کے ہر آنسو کو لوگوں سے چھپا کر اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹیں سجانی تھیں۔ مجھے رفتہ رفتہ زندگی کی ریل گاڑی کو پھر سے پٹری پر لانا تھا۔ مجھے اپنے ٹوٹے بدن اور بکھری زندگی کو قدم بہ قدم آگے لے کر جانا تھا۔ مظفرآباد آکر ایک ذہنی راحت مجھے یوں ملی کہ اپنے ہمسفر ساتھیوں کے ساتھ روزانہ میری ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ روزانہ میرے پاس ساتھی ملاقات کیلئے آتے رہتے تھے۔ اس طرح میں کافی حد تک ذہنی پریشانی سے بچ جاتا تھا۔ اب جب کہ میں نے سلیبس کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا تو ان ملاقاتوں کے علاوہ مجھے اپنے ذہن کو مصروف رکھنے کا ایک اور موقعہ مل گیا۔ میں نے سلیبس کی کتابوں کو پڑھنے کیلئے ایک ٹائم ٹیبل ترتیب دیا۔ میں نے روزانہ ہر کتاب کو پڑھنے کیلئے ایک گھنٹے کا وقت مقرر کیا۔ اسطرح دن کے چھ گھنٹے کتابوں کے مطالعہ میں گزر جاتے۔ اس دوران کوئی ساتھی ملنے آتا تو میں کتاب بند کر کے اس سے گپ شپ شروع کر دیتا۔ میں نے ہر کتاب کی الگ الگ نوٹ بک بنائی اور ان پر ہر کتاب کے اہم مضامین، اہم سوالات کے جوابات درج کرتا گیا۔ اسطرح پڑھنے کے ساتھ ساتھ لکھنے کی مشق بھی جاری رہی اور سوالات کے جوابات کو ذہن نشین کرنے کی ذہنی ورزش بھی جاری رہی۔ یوں میں نے وقت کا بہترین مصرف نکالا۔ میں اکثر و بیشتر مکان کے صحن میں کتاب لیکر بیٹھ جاتا اور مطالعہ میں مگن ہو جاتا۔ مطالعہ کے دوران میری نگاہیں کبھی دریائے نیلم کے نیلگوں پانی کو تکتی رہتیں اور کبھی سامنے والے پہاڑ کی چوٹیوں کے دلفریب نظارے سے لطف اندوز ہو جاتیں۔ ساتھ ہی میں باہر دھوپ کی تمازت سے اپنے جسم کو حرارت بھی پہنچاتا رہتا۔ سردیوں میں مظفرآباد کا موسم میرے مزاج کے عین مطابق تھا۔ یہاں کا موسم جموں کے موسم کی طرح ہوتا ہے۔ یہاں گرمیوں میں اچھی خاصی گرمی پڑتی ہے اور سردیوں میں سردیاں بھی قابل برداشت ہوتی ہیں۔ یہاں برفباری نہیں ہوتی البتہ پیرچناسی کی پہاڑیوں پر ہلکی برفباری ہوتی ہے۔ لاہور کے برعکس یہاں میرے جسم نے کافی راحت پائی. اللہ کے فضل وکرم سے میں جسمانی طور اب کافی صحتمند ہو رہا تھا اور ذہنی طور بھی اب کافی پرسکون ہو چکا تھا۔

یہ نومبر 1997 کی بات ہے کہ شہید نعمانی صاحب سے میری ملاقات مظفرآباد میں قریباً چار سال بعد ہوئی۔

(بقیہ : صفحہ نمبر 27)

آپ نے پوچھا ہے!!!.................................

مفتی خالد عمران خالد آپ کے سوالوں کا جواب دیں گے

سوال : قسطوں پر خرید وفروخت کرنے کا حکم کیا ہے اور مدت متعین کرنے پر قسط کی ادائیگی میں تاخیر پر اضافی رقم ادا کرنا ہوتی ہے؟

جواب: قسطوں پر خرید وفروخت کرنے کا حکم اصلاً یہی ہے کہ یہ جائز ہے، جب کہ اس میں کوئی غیر شرعی شرط نہ لگائی جائے، اگر اس معاملہ میں ابتداءً ہی میں کوئی ایسی شرط لگا دی جائے جس کا لگانا شرعاً جائز نہیں ہے تو ایسا معاملہ کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہو گی۔قسطوں پر خرید و فروخت کے صحیح ہونے کے لیے درج ذیل شرائط کا لحاظ رکھنا اور اُن کی رعایت کرنا ضروری ہے: عاملہ متعین ہو کہ نقد کا معاملہ کیا جا رہا ہے یا ادھار۔عموعی قیمت متعین ہو۔قسط کی رقم متعین ہو۔مدت متعین ہو۔کسی قسط کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت جرمانہ یا کسی بھی عنوان سے اس میں اضافہ وصول نہ کیا جائے۔قبل از وقت قسط کی ادائیگی کی صورت میں قیمت میں کمی کی شرط نہ ہو، اگر بوقتِ عقد ان دونوں میں سے کوئی شرط ہو گی تو پورا معاملہ ہی فاسد ہو جائے گا۔

سوال: میں نے 18000 والا موبائل قسطوں پر خریدا، وہ اس طرح کہ 8000ہزار کی رقم نقد دے دی، جب کہ بقیہ 10000 ادھار رقم کا 32 فیصد کل قیمت 18000 میں جمع کر کے اب جو قیمت بنی اس میں سے 8009 منہا کر کے باقی رقم 12 مہینوں میں ادا کر دی، کیا قسطوں کے کاروبار کا یہ طریقہ جائز ہے؟

جواب: بصورتِ مسئولہ میں اگر آپ نے موبائل قسطوں پر خریدتے وقت موبائل کی کل قیمت، قسط کی رقم اور مدت متعین کر کے موبائل خریدا تو یہ معاملہ جائز ہے، البتہ اگر قسط کی ادائیگی میں تاخیر پر جرمانہ ادا کرنے کی شرط بھی ہو تو یہ معاملہ جائز نہیں ہو گا۔

سوال: اقساط میں موٹر سائیکل اور گاڑیوں کی خرید وفروخت کے بارے میں رہنمائی فرمادیں۔نیز ملکیت سے پہلے بھی چیز فروخت کی جا سکتی ہے۔

جواب : ہر شخص کے لیے اپنی مملوکہ چیز کو اصل قیمت میں کمی زیادتی کے ساتھ نقد اور ادھار دونوں طرح فروخت کرنے کا اختیار ہوتا ہے، اور جس طرح ادھار پر سامان فروخت کرنے والا اپنے سامان کی قیمت یکمشت وصول کر سکتا ہے، اسی طرح اس کو یہ بھی اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس رقم کو قسط وار وصول کرے، اسے اصطلاح میں "بیع بالتقسیط" یعنی قسطوں پر خرید وفروخت کہتے ہیں۔

قسطوں پر خرید وفروخت میں درج ذیل شرائط کا لحاظ اور رعایت کرنا ضروری ہے: قسط کی رقم متعین ہو، مدت متعین ہو، معاملہ متعین ہو کہ نقد کا معاملہ کیا جا رہا ہے یا ادھار، اور عقد کے وقت مجموعی قیمت مقرر ہو، اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ کسی قسط کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں اس میں اضافہ (جرمانہ) وصول نہ کیا جائے، اور جلد ادائیگی کی صورت میں قیمت کی کمی عقد میں مشروط نہ ہو۔اگر بوقتِ عقد یہ شرط ہو گی تو پورا معاملہ ہی فاسد ہو جائے گا، ان شرائط کی رعایت کے ساتھ قسطوں پر خرید وفروخت کرنا جائز ہے۔کسی بھی چیز کو اپنی ملکیت میں آنے سے پہلے آگے فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح کسی بھی منقولی چیز کو خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے آگے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال : قسطوں پر گھر لینا درست ہے کہ نہیں؟ کیا یہ سود کے زمرے میں آتا ہے؟

جواب : قسطوں پر گھر یا کوئی اور چیز خریدنا شرعاً جائز ہے بشرطیکہ خریداری کے وقت عاقدین اس چیز کی حتمی قیمت اور ادائیگی کی مدت مقرر کر لیں اور کسی قسط کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے کسی قسم کا اضافہ وصول نہ کیا جائے، اور نہ ہی قسط کی جلدی ادائیگی کی صورت میں قیمت کی کمی مشروط ہو۔اگر قسط میں تاخیر پر اضافی رقم وصول کی جائے یا شروع سے معاملے کی ایک صورت نقد یا ادھار متعین نہ کی جائے تو یہ سود کے حکم میں ہو گا۔

سوال: نمازِ قصر کا طریقہ بتا دیں!

جواب: واضح رہے قصر نماز اس وقت پڑھی جاتی ہے جب کوئی شخص اپنے شہر یا علاقے سے باہر کم از کم تین دن تین رات کی مسافت کے سفر کے ارادہ سے نکلے، جس کا اندازہ 48 میل یا سوا ستتر کلو میٹر سے لگایا گیا ہے، اور اس شخص کا ارادہ وہاں پندرہ دن سے کم قیام کا ہو، بشرطیکہ جہاں قیام کر رہا ہے وہ جگہ مسافر کا وطن اصلی یا وطن اقامت (ملازمت عارضی رہائش) نہ ہو، تو یہ شخص قصر پڑھے گا۔

قصر نماز کا طریقہ

ہر چار رکعت والی فرض نماز دو پڑھے گا، مغرب کی نماز حسبِ سابق تین رکعت ہی پڑھی جائے گی، اسی طرح وتر کی نماز بھی چوں کہ واجب ہے؛ اس لیے وتر بھی پوری تین رکعت پڑھنی لازم ہوگی، سنتوں کا حکم یہ ہے کہ فجر کی سنتوں کے علاوہ باقی نمازوں کی مؤکدہ سنتیں نہ پڑھنے کا اختیار ہوگا، البتہ پڑھ لینا افضل ہے، فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر سفر جاری ہو اور سنتیں پڑھنے میں حرج ہو تو چھوڑ دے یعنی قافلہ یا گاڑی یا ٹرین یا جہاز وغیرہ نکل جانے کا خطرہ ہو تو پھر سنتِ مؤکدہ نہ پڑھے، اور اگر سفر کے دوران کہیں قیام ہو اور اطمینان ہو تو سنتیں ادا کر لے، البتہ فجر کی سنتوں کی تاکید چوں کہ دیگر سنن مؤکدہ کے مقابلہ میں زیادہ آئی ہے؛ اس لیے حتی الامکان فجر کی دو رکعت سنت کو چھوڑنا نہیں چاہیے، چاہے سفر جاری ہو یا رکا ہوا ہو۔باقی سنتِ غیر مؤکدہ اور نوافل کا حکم حالتِ سفر میں بھی وہی ہے جو اقامت کی حالت میں ہوتا ہے، یعنی اگر پڑھ لے تو ثواب ملے گا اور نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

قصر کا حکم یہ ہے

شرعی سفر میں چار رکعات والی فرض نماز میں قصر کرنا ضروری ہے، یعنی اگر مسافر امام یا منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) ہو تو اس

کے لیے قصر کرنا ضروری اور واجب ہے، اگر کوئی شخص غلطی یا لاعلمی کی وجہ سے سفر میں چار رکعت پڑھ لے اور قعدہ اولیٰ میں بیٹھا ہو تو اس کی فرض نماز ہوجائے گی، تاہم اس پر سجدہ سہو کرنا لازم ہوگا، اگر اس نے سجدہ سہو نہ کیا تو اس کی نماز ناقص رہ جانے کی وجہ سے اس نماز کے وقت کے اندر واجب الاعادہ ہوگی، اور وقت گزرنے کے بعد اعادہ واجب نہیں ہوگا، اور اگر قعدہ اولی میں بیٹھا ہی نہیں تو اس کی فرض نماز ہی ادا نہیں ہوئی، اسے فرض نماز دوبارہ قصر کے ساتھ پڑھنی ہوگی۔ اور اگر کوئی شخص حالتِ سفر میں کسی مقیم امام کی اقتدا میں نماز پڑھے تو وہ امام کے تابع ہو کر پوری چار رکعت ہی پڑھے گا، دو رکعت الگ سے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قصر نماز کے لیے مسافت مقدار کتنی ہے؟

سواال: کیا 78 کلو میٹر کی مسافت طے کرنے سے آدمی مسافر شرعی بن جاتا ہے، جب کہ ہمارے کے علاقے امام صاحب کا کہنا ہے کہ مسافر شرعی کے لیے 82 کلو میٹر کی مسافت کا ہونا ضروری ہے، اگر کم ہے تو وہ اتمام کرے گا قصر نہیں کرے گا۔ تو اس بارے میں آپ رہنمائی فرمائیں کہ کلو میٹر کے حساب سے اصل شرعی مقدار کیا ہوگی؟

جواب: کلو میٹر کے حساب سے سفر شرعی کی مسافت سوا ستتر کلو میٹر (77.24) ہے۔ میل کے حساب سے اڑتالیس میل اور اصل کے حساب سے تین دن صبح سے لے کر دوپہر تک معتدل سفر ہے۔ مسافت کا اعتبار اپنے شہر/قصبے کی آبادی کے اختتام سے لے کر مطلوبہ شہر کی آبادی کی ابتدا تک ہے۔ آبادی سے نکل کر اگر منفرد یا امام ہے تو قصر کرے گا اور اگر مقیم امام کی اقتدا میں نماز پڑھے گا تو پوری نماز پڑھے گا۔ شہر یا آبادی سے نکل جائیں تو مسافر ہوجاہیں گے جب تک اگلے ابادی شہر میں داخل نہیں ہوتے۔

سفر میں جماعت کے ساتھ نماز مل جانے کا حکم

سوال: سفر میں اگر نمازِ عصر جماعت کے ساتھ مل جائے تو جماعت کے ساتھ کتنی رکعت نماز پڑھیں؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں اگر سفر میں عصر کی نماز یا اس کے علاوہ کوئی اور چار رکعتوں والی نماز جماعت کے ساتھ مل جائے اور امام مقیم ہو تو اس کی اقتدا میں مسافر پر بھی چار رکعات پڑھنا لازم ہے اور اگر امام مسافر ہو تو پھر مسافر مقتدی امام کی اقتدا میں دو رکعت پڑھے گا۔

سوال: کیا قصر کی قضا مقام پر پہنچنے پر بھی قصر ہوگی؟

جواب: اگر کسی کی ظہر، عصر یا عشاء کی نماز سفرِ شرعی کی حالت میں قضا ہوئی ہو تو اس کی قضا قصر ہی کی جائے گی، چاہے قضا سفر میں کرے یا حضر (اقامت کی حالت) میں کرے۔ اسی طرح سے حضر میں قضا ہونے والی نماز کی قضا مکمل نماز کی صورت میں کرنی ہوگی چاہے قضا سفر میں کرے۔

سفر کی حالت میں قضا شدہ نمازوں کی قضا پڑھنے کا طریقہ،

سوال: اگر دورانِ سفر ہم سے جو نمازیں قضا ہوجائیں تو ان کی ادائیگی کیسے کرنا ہوں گی؟

جواب: دورانِ سفر جان بوجھ کر نمازیں قضا نہیں کرنی چاہیں، البتہ جو نمازیں کسی وجہ سے سفر شرعی کے دوران قضا ہوگئی ہوں تو ظہر، عصر اور عشاء کی فرض نماز قصر کے ساتھ دو، دو رکعت قضا پڑھی جائے گی، جب کہ فجر کی مکمل دو رکعت فرض، مغرب کی مکمل تین رکعت فرض اور عشاء کے دو فرض کے ساتھ مکمل تین رکعت وتر قضا پڑھی جائے گی۔

سوال: سفر میں غسل واجب ہونے پر پانی دستیاب نہ ہونے کے لئے تیمم کیسے ہوگا؟

جواب: سفر میں اگر غسل واجب ہو جائے اور پانی دستیاب نہ ہونے کی صورت میں تیمم کا حکم۔ سفر کے دوران غسل واجب ہونے کی صورت میں اگر پانی موجود نہ ہونے کی وجہ سے غسل کرنا ممکن نہ ہو تو پھر تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز ہے، البتہ پانی کا انتظام ہوتے ہی غسل کر لینا چاہیے، لیکن مذکورہ صورت میں جو نمازیں تیمم سے پڑھ لی ہوں وہ ادا ہوجائیں گی، ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔

ہمیشہ سفر میں رہنے والے ڈرائیور کی نماز کے قصر اور اتمام کا حکم

سوال: ڈرائیور حضرات تو ہمیشہ سفر ہی میں ہوتے ہیں، اب ان کے لیے نماز قصر ہے یا پوری نماز؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں ایسے ڈرائیور حضرات جو مستقل سفر میں رہتے ہیں اور ان کا قصد سوا ستتر کلو میٹر سے زائد کا ہوتا ہے تو اپنے شہر کی حدود سے نکلنے کے بعد یہ لوگ مسافر کہلائیں گے اور دورانِ سفر قصر نماز ہی پڑھیں گے، البتہ اگر کسی مقیم امام کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے تو پوری نماز پڑھیں گے، اور یہ جیسے ہی یہ اپنے شہر کی آبادی میں داخل ہوں گے تو پھر مکمل نماز پڑھیں گے۔

سوال: کیا آرٹیفیشل انگوٹھی پہن کے نماز ادا کی جا سکتی ہے؟

جواب: آرٹیفیشل انگوٹھی میں نماز ادا کرنے کا حکم عورت کے لیے سونے اور چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگھوٹھی جائز نہیں ہے۔

آرٹیفیشل انگوٹھی پہننے کی متعدد حضرات نے مکروہ تحریمی یعنی ناجائز قرار دیا ہے عورت کے لیے آرٹیفیشل انگوٹھی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی انگوٹھی پہننے سے اجتناب کیا جائے اور نماز تو ادا ہوجاتی ہے لیکن احتیاط کے خلاف ہے اس لیے اس سے اجتناب مناسب بھی ہے اور بہتر بھی ہے۔ بہر حال شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے

بچے کے دستاویزات میں والد کی جگہ کسی اور کا نام لکھنا

سوال: کیا سرکاری یا نیم سرکاری کاغذات میں والد کی جگہ چچا ماموں یا کسی اور فرد کا نام لکھا جا سکتا ہے

جواب: قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کی روح سے بچے کی نسبت اس کے حقیقی والدین ہی کی طرف کرنا ضروری ہے حقیقی والدین کے علاوہ بچے کی نسبت کسی اور کی طرف کرنا شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے اس لیے میاں بیوی میں علیحدگی ہو جائے یا بچے کو گود دینے کی صورت میں بچے کی سرکاری اور غیر سرکاری کاغذات میں اس کے حقیقی والد ہی کا نام لکھنا ضروری ہے تاہم اگر والد بچے کا ذاتی دستاویزات میں کسی وجہ سے اس کے حقیقی والد کا نام لکھنا مشکل ہو یا کوئی قانونی پیچیدگی ہو ایسی صورت میں والدیت کے خانے کے بجائے اس سے والدیت کے خانے میں سرپرست اور پرورش کرنے والے کے نام لکھوایا جا سکتا ہے سورۃ الاحزاب میں اس حوالے سے واضح احکامات موجود ہیں۔

ایصال ثواب کا طریقہ

سوال: ایصال ثواب کا بہترین طریقہ کیا ہے جس کا اہتمام کرنا مناسب ہوا ہمارے یہاں ایصال ثواب کے لیے کھانے کا

اہتمام کیا جاتا ہے؟

جواب: ایصال ثواب کرنا بہت اہمیت کا حامل عمل ہے اس کا اہتمام سعادت کی بات ہے لیکن اس کو کسی خاص دن محرم ہو گیا ربیع الاول ہو گیا عاشورہ کے لیے خاص کرنا بدعت اور گناہ ہے، بہرحال کھانا کھلانا مسجد مدرسہ بنانا ۔کنواں بنانا ۔کسی کی خدمت کرنا ۔یتیم بچوں کی کفالت کرنا ۔پل بنانا ۔یتیم بچیوں کی شادیاں کروانا ۔قیدیوں کو رہا کروانا یہ سب ایصال ثواب کے طریقے ہیں۔

مروجہ تکافل ۔بیمہ کے حوالے سے احکامات شریعت کیا ہیں

سوال: تکافل یا بیمہ اس کا شرعی حکم کیا ہے

جواب: واضح رہے کہ انشورنس یعنی بیمہ کی تمام شکلیں خواہ وہ لائف انشورنس ہو ہیلتھ انشورنس یا کار انشورنس ہو یا کوئی اور شکل سب کی سب سود اور دیگر غیر شرعی امور پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حرام البتہ اس کے مطابق تکافل کا جو ادارہ مستند اہل علم کی نگرانی میں شرعی احکام کی مکمل رعایت کرتے ہوئے معاملات سرانجام دیتا ہے تو اس کی پالیسی لینے کی گنجائش بہرحال موجود ہے تکافل سے متعلق مذکورہ حکم ایک اصولی جواب ہے اور چنانچہ اج کل تکافل کے مختلف ادارے کام کر رہے ہیں اس لیے کسی مخصوص تکافل ادارے کی پالیسی حاصل کرنے

سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لیا جائے کہ وہ مستند اہل علم کی نگرانی میں ہے یا کہ نہیں اور اس کا شریعہ ایڈوائزر مستند اہل علم میں ہے یا نہیں اس کی تفصیلات کسی مستند مفتی صاحب کے سامنے رکھ کے مخصوص ادارے سے متعلق شرعی حکم معلوم کیا جا سکتا ہے

قبریں پکی کرنا

سوال: محترم مفتی صاحب ہمارے گاؤں میں قبریں پکی کی جاتی ہیں اس کے ساتھ سیمنٹ لگایا جاتا ہے اور بعض جگہوں پر ماربل بھی لگایا جاتا ہے اس کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے۔

جواب: جی محترم ۔۔قبر کو پختہ بنانا جائز نہیں ہے البتہ صرف دائیں بائیں سے کوئی پتھر لگا دینا کہ اصل قبر یعنی جتنے حصے میں میت دفن ہے کچی مٹی کی ہو اردگرد پتھر یا بلاک وائرس سے منڈیر نما بنا دیا جائے یا معمولی سا احاطہ بنا دیا جائے کہ قبر کا نشان مٹ نہ جائے یا اردگرد زمین پر پختہ فرش کر دیا جائے تا کہ قبر واضح ہو جائے اس کی اجازت ہے لیکن اس میں بھی دو باتوں کا خیال ضروری ہے۔

1- قبر کے لیے سادہ پتھر استعمال کیا جائے زیب زینت والا کوئی پتھر نہ ہو نیز آگ پہ پکی ہوئی اینٹیں بھی نہ ہوں۔

2۔قبر کے اوپر قبہ یا حجرہ بنا کر چھت نہ ڈالی جائے۔بہتر تو یہ ہے کہ قبر کچی ہو اگر کوئی ایسی جگہ ہو کہ جہاں قبر کے گرنے کا اندیشہ ہو وہاں اپ پتھر استعمال کر سکتے ہیں ہلکا پھلکا پختہ اس کو کر سکتے ہیں لیکن قبر کا مرکز اور محور جو اوپر کی سطح ہوتی ہے اس کو کچا ہی رکھا جائے۔

بنی ہاشم کو زکوۃ دی جاسکتی ہے

سوال: کیا آل ہاشم اور سادات کو زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

جواب: آل ہاشم ہیں یا قریشی ہیں ان کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی اس کے اندر حارث بن عبدالمطلب۔حضرت عباس بن عبدالمطلب ۔حضرت علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد حضرت کیل بن ابی طالب اور ان کی اولاد جعفر بن ابی طالب اور ان کی اولاد ۔البتہ جو ہاشمی مذکورہ حضرات کی اولاد نہ ہوں بلکہ کسی اور وجہ اور نسبت کی وجہ سے قریشی ہوں تو ان کو زکوۃ دینا جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ زکوۃ کے مستحق ہوں۔

اندرونی الٹراساونڈ/علاج سے غسل فرض ہو جاتا ہے

سوال: اندرونی الٹراساؤنڈ کی وجہ سے عورت پہ غسل واجب ہوتا ہے

جواب: الٹراساؤنڈ کی صورت میں یہ آلہ شرمگاہ میں داخل کرنے کی وجہ سے عورت پہ غسل لازم نہیں ہوتا البتہ اگر کسی اور وجہ سے عورت کو لذت کے ساتھ انزال ہو جائے یعنی منی نکل آئے تو ایسی صورت میں لازم ہو جائے گا۔اس ضمن میں یہ مسئلہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ الٹراساؤنڈ کا آلہ شرمگاہ سے باہر نکالتے ہوئے اس کے ساتھ رحم کی رطوبت یا دیگر نجاست بھی لگ کر آجاتی ہیں ایسی صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے نیز اگر رطوبتیں اور دیگر نجاسات بدن یا کپڑوں پر لگ جائیں تو ان کو پاک کرنا ضروری ہوگا۔

سوال: اپنی جگہ کسی اور کو حاضر کرنا ملازمت پر کیا یہ تنخواہ جائز ہوگی

جواب: سرکاری استاد جو گورنمنٹ سے تنخواہ وصول کرتا ہے اپنی جگہ کسی دوسرے استاد کو رکھنا حکومت کی جانب سے سرکاری سکولوں میں پڑھانے کے لیے مقرر کیے گئے اساتذہ اپنی جگہ کسی اور کو استاد رکھ لیتے ہیں پھر جو انہیں حکومت کی جانب سے تنخواہ ملتی ہے تو اس میں سے اس دوسرے استاد کو بھی اس کی اجرت دے دیتے ہیں واضح رہے حکومت کی اجازت کے بغیر سرکاری استاد کا اپنی جگہ کسی اور استاد مقرر کرنا جائز نہیں ایسی صورت میں سرکاری استاد کے لیے حکومت کی طرف سے ملنے والی تنخواہ بھی حلال نہیں ہے البتہ جس شخص کو انہیں سرکاری استاد نے اپنی جگہ مقرر کیا ہے وہ اپنے کام کی عوض طے شدہ رقم سرکاری استاد سے لے سکتا ہے جس کی ادائیگی وہ اپنی ذاتی مال سے کرے گا ۔لیکن اس میں جو سرکاری استاد ہے وہ اپنے فرائض منصبی میں ڈنڈی مار رہا ہے اور یہ تنخواہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی بغیر کام کیے اجرت لینا اور دوسرا اس میں جرم یہ ہے کہ وہ چوری کر رہا ہے اور غیر حاضری کے نتیجے میں طلبہ اور اساتذہ اور حکومت کے ساتھ دھوکا کر رہا ہے۔

رخصتی کے لیے بارات لے کر جانا اور لڑکی والوں کا کھانے کا انتظام کرنا

سوال: شادی ہال میں بارات کے ساتھ جانا کیسا ہے؟ اور خاتون والوں کی طرف سے کھانے کے انتظام کے بارے میں شرعی ہدایات کیا ہیں؟

جواب: نکاح اور رخصتی کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ مسجد میں نکاح کیا جائے، پھر نکاح کے بعد لڑکی کو اس کے محرم کے ذریعے دولہا کے گھر پہنچا دیا جائے، اور اگر خود دولہا اور اس کے گھر والے جا کر دلہن کو لے آئیں تو یہ بھی جائز ہے، اسی طرح اگر خلافِ شرع امور سے بچتے ہوئے لڑکے کے خاندان کے چند افراد اجتماعی صورت میں لڑکی کی رخصتی کروا کر لے آئیں، اس کی بھی گنجائش ہے، بشرطیکہ شرعی شرائط یعنی پردہ کا اہتمام ہو، اختلاط، موسیقی وغیرہ اور تمام رسومات سے بچا جائے۔بوقتِ رخصتی سادگی اختیار کرنا بہتر ہے، اور خرافات اور ناجائز کاموں سے اجتناب لازم ہے۔غرض اسلامی مزاج یہ ہے کہ جتنی سادگی اور بے تکلفی سے آدمی اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو یہ زیادہ بہتر اور قابل ستائش ہے۔اس میں میزبانوں کے لیے بھی آسانی ہے اور مہمانوں کی

بھی راحت ہے۔رخصتی کے لیے باقاعدہ بارات کا لے جانا نبی کریم ﷺ اور اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں۔اور موجودہ زمانہ میں تو رخصتی کے لیے بہت سارے امور کو لازم سمجھا جاتا ہے، مثلاً لڑکی کی رخصتی کے لیے باقاعدہ بارات کا اہتمام کرنا، بنی لوگوں کو لے جانا اور لڑکی والوں سے کھانے کا انتظام وغیرہ کروانا اور اس میں اور بھی بہت سے مفسدات پائے جاتے ہیں، اس لیے مروجہ طریقہ پر خرافات مثلاً موسیقی، مرد وزن اختلاط، اور کئی رسومات کی ادائیگی کے ساتھ بارات کے اہتمام سے اجتناب لازم ہے۔نیز نکاح کے موقع پر لڑکی والوں کی طرف سے کھانے کا انتظام کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے تو نہیں؛ اس لیے اس طرح کی دعوت کرنا، ولیمہ کی طرح سنت نہیں ہے، ہاں اگر کوئی نمود ونمائش سے بچتے ہوئے، کسی قسم کے مطالبہ اور خاندانی دباؤ کے بغیر اپنی خوشی ورضا سے اپنے اعزہ اور مہمانوں کو کھانا کھلائے تو یہ مہمانوں کا اکرام ہے، اور اس طرح کی دعوت کا کھانا کھانا بارات والوں کے لیے جائز ہے، اور اگر لڑکی والے اس کو لازم سمجھیں اور اس کے اہتمام کے لیے قرضے لیے جاتے ہوں تو ایسی دعوت کرنا جائز نہیں ہوگا۔مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں: لڑکی والوں کی طرف سے باراتیوں کو یا برادری کو کھانا دینا لازم یا مسنون اور مستحب نہیں ہے، اگر بغیر التزام کے وہ اپنی مرضی سے کھانا دے دیں تو مباح ہے، نہ دیں تو کوئی الزام نہیں۔فتاوی محمودیہ میں ہے جو لوگ لڑکی والے کے مکان پر مہمان آتے ہیں اور ان کا مقصود شادی میں شرکت کرنا ہے اور ان کو بلایا بھی گیا ہے تو آخر وہ کھانا کہاں جا کر کھائیں گے! اور اپنے مہمان کو کھلانا تو شریعت کا حکم ہے، اور حضرت نبی اکرم ﷺ نے تاکید فرمائی ہے۔

مفتی صاحب سے آپ اس نمبر

03005259116

ای میل Taibahfoundation1@gmail.com

:رابطہ کرسکتے ہیں

بقیہ: وسیم حجازی

وہ انہی دنوں میدانِ کارزار سے بیس کیمپ دوسری مرتبہ تشریف لائے تھے اور مظفرآباد کے سرجیکل ہسپتال میں کچھ دن سے زیرِ علاج تھے۔اس سے پہلے وہ 1990 میں بیس کیمپ میں عسکری تربیت لینے آئے تھے۔عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد وہ میدانِ کارزار چلے گئے اور وہاں سالہاسال تک دادِ شجاعت دیتے رہے۔میدانِ کارزار میں ان سے کبھی کبھار ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔جب میں نے عسکری میدان میں اترنے کا فیصلہ لیا تو اس معاملے میں، میں نے سب سے پہلے نعمانی صاحب سے ہی مشورہ کیا۔پھر جب ہماری ہجرت کا پروگرام بنا تو نعمانی صاحب نے ہی اس حوالے سے ساری پلاننگ مرتب کی۔علاقے سے پانچ افراد کا جو گروپ روانہ ہوا اسکے ماسٹر مائنڈ وہی تھے۔جب ہم اپنی بستی سے دور نکلے تو نعمانی صاحب ہمیں الوداع کرنے وہاں پر خود آگئے۔ان سے میری یہ الوداعی ملاقات 29 اکتوبر 1993 جمعہ کو دن کے چار بجے ہوئی۔اس کے بعد میں اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ بیس کیمپ پہنچنے میں کامیاب ہوا۔ادھر نعمانی صاحب عسکری میدان میں اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے انتہائی فعال نظر آئے۔جب اخوان دور میں ہر طرف ہو کا عالم تھا تو نعمانی صاحب اس وقت بھی (اخوانیوں) بھارتی فوج کے زیر دست ٹاسک فورس کے دانت کھٹے کررہے تھے۔بٹالین کمانڈر کی حیثیت سے انہوں نے اس مشکل وقت میں محاذ کو تن تنہا سنبھالا جب ہر طرف سے مجاہدین پر زبردست دباؤ تھا۔پھر جب شاکر صاحب واپس میدانِ کارزار پہنچے تو نعمانی صاحب نے اپنی ذمہ داری انہیں سونپی اور خود بیس کیمپ روانہ ہوگئے۔نعمانی صاحب کو جب میں نے چار سال کے بعد دیکھا تو انکی جسمانی حالت دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ اندھیری راتوں کا تھکا ہوا یہ مسافر سات سالوں میں نہ جانے کتنی ذہنی اور جسمانی جنگیں لڑ چکا ہے۔نہ جانے کتنے قیامت خیز مراحل سے گذر چکا ہے۔گوریلا جنگ لڑنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔گوریلا جنگ لڑنے والے سپاہی کی راتوں کی نیندیں حرام ہو جاتی ہے، اس کیلئے دن، رات بن جاتی ہے اور رات، دن کی جگہ لے لیتی ہے۔اسے رات کی تاریکی میں ہی سارے کام نمٹانے پڑتے ہیں۔وہ لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر جی رہا ہوتا ہے۔جسمانی تکالیف، بیماریاں اسکے جسم پر انتہائی منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔وہ اعصاب شکن مرحلوں سے بار بار گذرتا رہتا ہے۔وہ اپنی جان ہتھیلی پر لئے پھرتا رہتا ہے۔اسے بار بار موت سے آنکھیں لڑانی پڑتی ہیں۔کمانڈر نعمانی کے دو بھائی پہلے ہی شہادت پاچکے تھے۔انکے بڑے بھائی 1990 میں بیس کیمپ کی طرف ہجرت کی غرض سے گئے لیکن کپواڑہ کے سرحدی علاقے میں انہیں آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی یہ آج تک پتہ نہیں چلا۔پھر 1992 میں انکے چھوٹے بھائی اپنے ہی گاؤں میں حادثاتی طور پر بارودی سرنگ کی زد میں آکر اس دنیا سے ہمیشہ کیلئے چلے گئے۔یقیناً اپنے دو بھائیوں کی جدائی نے انکا جگر چھلنی کیا ہوگا۔میدانِ کارزار میں سات سال تک انکے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو بھی دشمنوں نے طرح طرح سے ستایا۔انکی اہلیہ اور انکے دو چھوٹے سے دودھ پیتے معصوم بچے بھی اس دوران طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتے رہے۔تصور کیجئے ان پر اور ان کے اہلِ خانہ پر اس وقت کیا بیت رہی ہوگی جب وہ اپنی جان ہتھیلی پر لئے پھر رہا تھا جبکہ انکے گھر سے دو نوجوان جوانی میں ہی انہیں داغِ مفارقت دے گئے۔تیسری بری خبر میں نے انہیں 1998 میں اس وقت سنائی جب وہ مظفرآباد دفتر میں آئے ہوئے تھے۔ مجھے والد صاحب نے دہلی سے ٹیلی فون کال کر کے بتایا کہ نعمانی صاحب کی تین سال کی بچی اب اس دنیا میں نہیں رہی۔وہ ہمارے سیب کے باغ میں سکے کے ساتھ کھیل رہی تھی کہ اسی دوران وہ سکہ انکے منہ میں چلا گیا اور حلق میں اٹک گیا۔انکی سانس بند ہوگئی اور اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔جب میں نے نعمانی صاحب کو یہ انتہائی دلدوز خبر سنائی انہوں نے کمال صبر سے اس خبر کو سہہ لیا۔وہ ایک جگہ رہنے کا عادی نہیں تھا۔بیس کیمپ کی زندگی انکے مزاج کو راس نہ آئی لہٰذا انہوں نے واپس میدانِ کارزار جانے کا حتمی فیصلہ کیا۔تنظیم کے ذمہ داران چاہتے تھے کہ وہ بیس کیمپ میں ہی اپنی ذمہ داریاں نبھائیں لیکن وہ انہیں قائل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔انکے ساتھ میری آخری ملاقات 2002 میں راولپنڈی میں ہوئی۔پھر وہ 2002 میں ہی میدانِ کارزار واپس لوٹ گئے۔یہاں ایک سال تک وہ متحرک رہے اور بالآخر 8 اپریل 2003 کو اپنے ایک ساتھی کے ساتھ انکاؤنٹر میں جام شہادت نوش کر گئے۔

(جاری ہے)

اسرائیل بدترین غاصب ریاست!!!

عالمی برادری شہرعزیمت غزہ کے لوگوں کو جان لیوا بھوک اور فاقہ کشی سے بچانے کے لیے فوری اقدامات کرے

(وائس چانسلر جامع الازہر)

الازہر یونیورسٹی وائس چانسلر کے غزہ سے متعلق بیان کا اردو ترجمہ، جو بیان رات کی تاریکی میں نشر ہوا اور چند منٹ کے اندر اندر غائب کر دیا گیا!

(اگر مصری حکومت یہود نوازی اور طاقت کے نشے میں اسے ڈیلیٹ نہ کرواتی تو یہ اتنا وائرل نہ ہوتا لیکن اللہ کی حکمت بالغہ یہی تھی کہ یہ وائرل ہو، دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا جائے اور اس کے ذریعے جامعۃ الازہر کا درست اور ایمان افروز مؤقف اور سیسی حکومت کی صہیونیت نوازی دنیا کے سامنے آشکارا ہو جائے)

(مترجم) حماد اشرف

شیخ الازہر کے بیان کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے:

شیخ الازہر کی عالمی برادری سے اپیل اور زندہ ضمیر رکھنے والوں سے شہر عزیمت کی جان لیوا بھوک کے خلاف فوری سے پیشتر

اقدامات کا پرزور مطالبہ

''ازہر شریف انتہائی غم اور تکلیف کے ساتھ عالمی برادری کے نام پرزور اپیل جاری کر رہا ہے، اور اس اپیل کے ذریعے دنیا بھر کے آزادی پسندوں، عقل و دانائی رکھنے والوں اور صالح فطرت لوگوں سے فوری اقدامات کا مطالبہ کرتا ہے۔

الازہر ان لوگوں سے اپیل کرتا ہے جو انسانی ضمیر کو کچلنے کا درد محسوس کرتے ہیں، جو انسانی ذمہ داریوں کی حرمت پر یقین رکھتے ہیں، اور جو ان کمزوروں اور مظلوموں کے حقوق پر یقین رکھتے ہیں جن کو بے بس کر دیا گیا اور انسانی مساوات کے بنیادی حقوق تک سے ان کو محروم کر دیا گیا، کہ وہ عام انسانوں کی طرح ایک محفوظ اور عزت والی زندگی گزار سکیں۔

ازہر ان لوگوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ شہر عزیمت غزہ کے لوگوں کو اس جان لیوا بھوک اور فاقہ کشی سے بچانے کے لیے فوری طور پر، بلکہ فوری سے پیشتر حرکت میں آجائیں۔

ازہر اس بات کو بھی واضح طور سے کہتا ہے کہ شہر عزیمت پر یہ جان لیوا بھوک غاصب اسرائیل نے اپنی طاقت، اپنی درندگی اور اپنی ہٹ دھرمی کے ذریعہ تھوپی ہے، غاصب کے ان جرائم کی انسانی تاریخ میں کوئی دوسری مثال نہیں ملتی، اور ہمارا خیال ہے کہ مستقبل میں بھی ایسی کوئی مثال نہیں دی جاسکے گی۔

ازہر شریف اعلان کرتا ہے کہ انسانی ضمیر اس وقت بہت ہی خطرناک موڑ پر کھڑا ہے، وہ ہزاروں بچوں اور معصوموں کا ناحق قتل ہوتے دیکھ رہا ہے، اور جو اس قتل وخون سے بچ جاتے ہیں وہ بھوک، پیاس، فاقہ، دوا کی کمی، علاج اور طبی مراکز کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔

ازہر شریف اس بات کو بھی واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ یہ بدترین غاصب ریاست (اسرائیل) جس طرح غزہ کے امن پسند عوام پر منصوبہ بند طریقے سے جان لیوا بھکمری مسلط کر رہا ہے، یہ ہر لحاظ سے نسل کشی کی مجرمانہ حرکت ہے۔ یہ بدترین غاصب ریاست ان امن پسند عوام کی نسل کشی کر رہی ہے جو روٹی کے چند ٹکڑوں یا ایک پیالہ پانی کی تلاش میں گھروں سے نکلتے ہیں۔ پناہ گزینوں کے مراکز پر گولیاں برسائی جا رہی ہیں۔ ریلیف اور غذائی امداد کی تقسیم کے مراکز پر بے دریغ خون بہایا جا رہا ہے۔

ازہر شریف اس بات کو بھی صاف طور سے بیان کرتا ہے کہ جو بھی اس غاصب ریاست کو ہتھیار فراہم کر رہا ہے، یا اپنے فیصلوں یا اپنے منافقانہ بیانات کے ذریعے اس کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے، وہ اس نسل کشی میں برابر کا شریک ہے۔ حاکم وعادل اور منتقم وجبار خدا ان کا سخت محاسبہ کرے گا، جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد کام آئے گی، وہ تمام لوگ جو غاصب ریاست کا ساتھ دے رہے ہیں وہ اس حکیمانہ بات کو کان کھول کر سن لیں کہ: ''جس دن سفید بیل کو کھالیا گیا اسی دن ہمیں بھی کھالیا گیا''۔ (آج وہ کل ہماری باری ہے)

ازہر شریف بہت ہی غم اور اندوہ کے ساتھ دنیا بھر کی موثر طاقتوں سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ اس وحشی غاصب کو

روکنے کے لیے جو کچھ کر سکتے ہیں کرنے کی کوشش کریں، اس کو منظم قتل کی پے درپے کارروائیوں سے باز رکھنے کے لیے جو کچھ بھی کرنا ممکن ہو کریں، شہرِ عزیمت میں انسانی امداد اور ریلیف کے سامانوں کو پہنچانے کا فوری انتظام کریں، اور وہاں کے مریض اور زخمی افراد جن کی حالت ابتر ہوئی جارہی ہے، ان کو علاج کے لیے باہر ملکوں میں لے جانے کے لیے فوری طور پر تمام راستے کھول دیں۔ وہاں مریضوں اور زخمیوں کی حالت اتنی ابتر ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ غاصب ریاست نے وہاں کے ہسپتالوں اور طبی سہولیات کے مراکز کو تباہ کر ڈالا ہے۔ اس کی یہ مجرمانہ حرکتیں تمام آسمانی شریعتوں اور تمام بین الاقوامی معاہدوں کی کھلی خلاف ورزی ہیں۔ از ہر شریف عالمی برادری کی مشکوک خاموشی سے، اس بے یارومددگار قوم سے دنیا بھر کی بے اعتنائی سے اور اس قوم کو یہاں سے کہیں بھی زبردستی منتقل کرنے کے منصوبوں سے، اور جو بھی اس قوم کے خلاف ہونے والے ان منصوبوں کو قبول کرے گا، یا ان منصوبوں کا ساتھ دے گا، ان تمام لوگوں سے اللہ کی بارگاہ میں برأت کا اظہار کرتی ہے۔

از ہر شریف کا صاف مؤقف ہے کہ اس راہ میں جو بھی خون بہایا جائے گا، جو بھی جانیں جائیں گی، اور جو بھی بھوک اور فاقہ کے حالات بنیں گے، اس سب کی ذمہ داری ان تمام لوگوں کے سر جائے گی جو شہرِ عزیمت کے خلاف غاصب ریاست کے ساتھ کھڑے ہیں۔

وَسَیَعلَمُ الذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَنقَلِبُونَ)

(اور عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کا کیا انجام ہوگا۔)

از ہر شریف ہر مسلمان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ شہرِ عزیمت کے مظلومین کے لیے وہی دعا کرے جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مواقع پر کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُم مُنزِلَ الکِتَابِ، وَمُجرِیَ السَّحَابِ، وَھَازِمَ الاَحزَابِ، اھزِمھُم وانصُرنا علیھم۔

اے اللہ! اے کتاب نازل فرمانے والے، بادلوں کو چلانے والے، لشکروں کو شکست دینے والے، ان کو بھی شکست سے دو چار کر، اور ہمیں ان پر غلبہ عطا فرما!

علامہ محمد اقبالؒ اور حقیقی آزادی!!!

پروفیسر یوسف سلیم چشتی

لا الٰہ کا مفہوم سمجھے بغیر انسان خود کو غیر اللہ کی غلامی سے آزاد نہیں کر سکتا، اقبالؒ نے کہا عقیدہ لا الٰہ سربلندی کا ضامن ہے جو قوم اس حقیقت سے آگاہ ہو جاتی ہے، وہ از سرِ نو زندگی اور توانائی حاصل کر لیتی ہے

تا نہ رمزِ لا الٰہ آید بدست
بندِ غیر اللہ را نتواں شکست

جب تک لا الٰہ کا مفہوم سمجھ میں نہ آجائے انسان اپنے آپ کو غیر اللہ کی غلامی سے آزاد نہیں کر سکتا۔ جو قومیں اس وقت غیر اللہ کی غلامی میں گرفتار ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لا الٰہ کے حقیقی مفہوم سے نا آشنا ہیں۔ لا الٰہ کا مطلب یہ نہیں کہ ”کوئی دوسرا خدا نہیں“ بلکہ ”کوئی طاقت نہیں جو مجھ پر حکمران ہو سکے“ اور

در جہاں آغازِ کار از حرف لاست
ایں نخستیں منزلِ مردِ خداست

دنیا میں انسان کی زندگی کا آغاز حرف لا سے ہوتا ہے یعنی یہ عقیدہ کہ کوئی معبود نہیں' ایک موحد کی زندگی کی پہلی منزل ہے۔ (صرف ایک خدا ہے جو معبود ہے' یہ دوسری منزل ہے) یعنی اس کی زندگی کی تمام فعالیت (Activity) اس بنیادی حقیقت پر مبنی ہے کہ کائنات میں نہ کوئی طاقت مجھ پر حکمران ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ ہو اس لیے نہیں سکتی کہ اس کائنات میں قوت کا مظہر اتم' انسان ہے اور سب انسان میری طرح مخلوق اور محتاج الی الغیر ہیں، پس کسی انسان کو مجھ پر حکومت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

ملّتے کز سوزِ او یک دم تپید
از گلِ خود ' خویش را باز آفرید

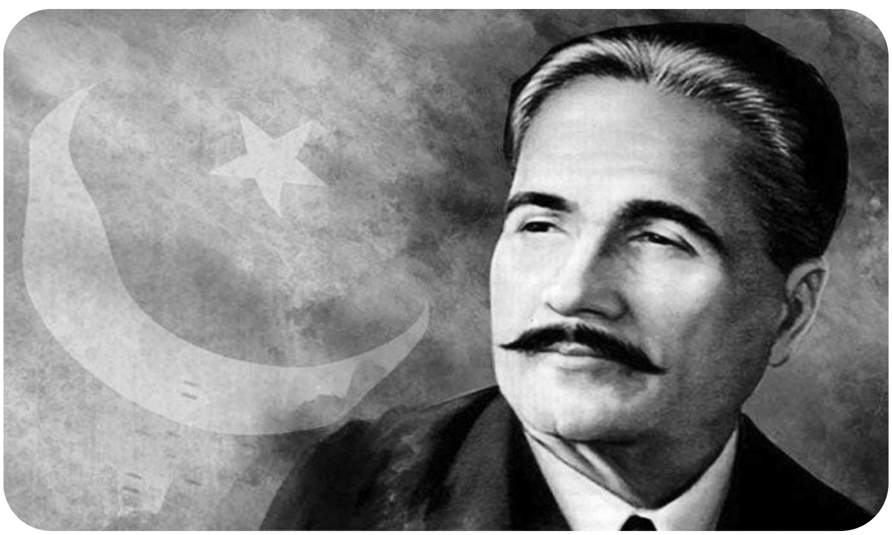

جب کوئی قوم اس حقیقت کو سمجھ لیتی ہے کہ کائنات میں کوئی طاقت (انسان' حیوان' کوہ و دریا' شمس و قمر' آسمان و زمین' شجر و حجر) مجھ سے بالاتر نہیں ہے تو یہ عقیدہ اس میں اس قدر قوت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ غیر اللہ کی غلامی سے آزاد ہو جاتی ہے۔ عنوان زیر بحث (لَا اِلٰہ الا اللہ) کے تحت' علامہؒ نے اس مثنوی میں آئندہ جس قدر اشعار لکھے ہیں وہ سب شعر مذکورہ بالا کی تعریف ہیں۔ یعنی انہوں نے خود رمز لا الٰہ کی وضاحت فرمائی ہے۔

جو قوم اس حقیقت سے آگاہ ہو جاتی ہے' وہ از سرِ نو زندگی اور توانائی حاصل کر لیتی ہے یعنی عقیدۂ لا الٰہ سربلندی کا ضامن ہے۔

پیشِ غیر اللہ لا گفتن' حیات
تازہ از ہنگامہ اوٗ کائنات

اگر کوئی قوم زندگی کی طالب ہو تو اسے غیر اللہ' کے سامنے لا الٰہ کا نعرہ بلند کرنا چاہیے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ کسی قوم کے زندہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ وہ غیر اللہ کے سامنے لا الٰہ

کہہ سکے۔ اگر نہیں کہہ سکتی تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ میں زندہ نہیں ہوں۔ زندگی یا زندہ ہونے کی صورت یہی ہے کہ وہ غیر اللہ کی اطاعت سے انکار کردے، اس اعلان سے ہنگامہ پیدا ہونا یقینی ہے لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کائنات از سرِ نو جوان ہو جائے گی، کیونکہ اس کائنات کی تمام رونق اور تازگی اسی نعرہ کے دم سے وابستہ ہے۔

جذبۂ او در دل یک زندہ مرد
می کند صد رہ نشیں را رہ نورد

اگر یہ جذبہ کہ میں غیر اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کروں گا، کسی ایک زندہ مرد کے دل میں پیدا ہو جائے تو وہ ہزاروں انسانوں کو بیدار کرسکتا ہے۔ یعنی حرف لا اِلہٰ میں اس قدر طاقت پوشیدہ ہے کہ صرف ایک انسان سارے ملک میں انقلاب پیدا کرسکتا ہے بشرطیکہ یعنی حرف لا اِلہٰ میں اس قدر طاقت پوشیدہ ہے کہ صرف ایک انسان سارے ملک میں انقلاب پیدا کرسکتا ہے کا سوز دل میں جاگزیں ہو جائے۔

1919ء میں، حقہ بازانِ فرنگ نے، ترکوں کو غلامی کی موت سے ہم آغوش کردیا۔ لیکن مصطفےٰ کمال نے غیر اللہ کے سامنے یعنی حرف لا اِلہٰ میں اس قدر طاقت پوشیدہ ہے کہ صرف ایک انسان سارے ملک میں انقلاب پیدا کرسکتا ہے کا نعرہ بلند کیا۔ چونکہ وہ لا الٰہ کی قوت سے آشنا تھا اس لیے اس نے چشم زدن میں لاکھوں، رہ نشینوں کو رہ نورد بنا دیا اور ۱۹۲۲ء میں، اس کی قوم نے از سرِ نو زندگی حاصل کرلی۔ بیشک ہزاروں بلکہ لاکھوں ترکوں نے جامِ فنا نوش کیا، لیکن ان افراد نے اپنی جان دے کر قوم کو زندہ کردیا۔ آئین فطرت یہی ہے۔

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

بندہ را با خواجہ خواہی در ستیز
تخم لا در مشتِ خاکے او بہ ریز

اگر تم غلاموں کو آقاؤں کے مقابلہ میں صف آرا کرنا چاہتے ہو تو ان کو یعنی حرف لا اِلہٰ میں اس قدر طاقت پوشیدہ ہے کہ صرف ایک انسان سارے ملک میں انقلاب پیدا کرسکتا ہے، کا مفہوم

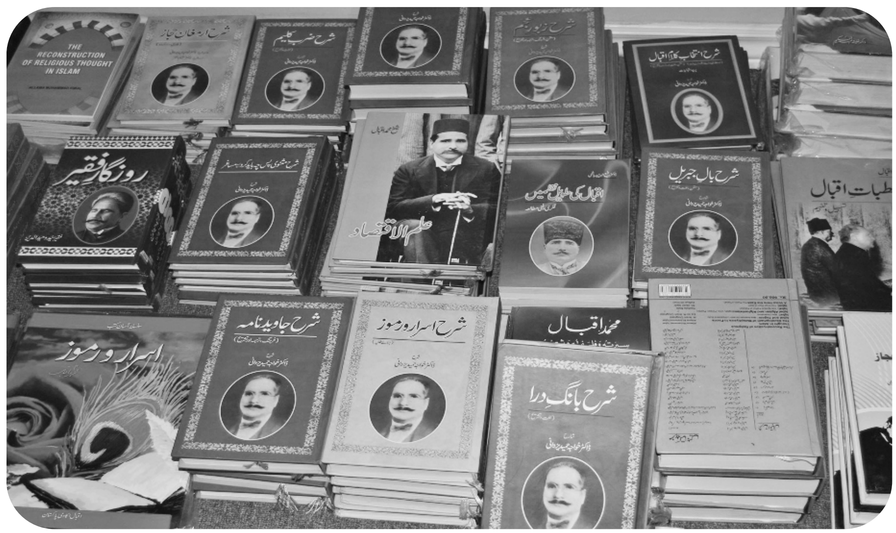

سمجھادو۔ یقیناً وہ غلامی کی زنجیریں توڑنے کے لیے آمادہ ہو جائیں گے۔

(الف): ہندی مسلمانوں کی حالت کیا ہے؟

از غلامی فطرت او دوں شدہ
نغمہ ہا اندر نئے او خوں شدہ

(ب): یہ حالتِ زار کیوں ہے؟

از سہ قرن ایں امت خوار و زبوں
زندہ بے سوز و سرورِ اندروں

یعنی اس لیے کہ وہ لا الٰہ کے مفہوم سے بیگانہ ہو چکے ہیں۔

(ج): بیگانہ کیوں ہیں؟

چار مرگ اندر پئے ایں دیر میر
سود خور و والی و ملّا و پیر

یعنی اس لیے کہ اربابِ اقتدار ہر وقت اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ مسلمانوں کے دل میں، توحید کا حقیقی مفہوم جاگزیں نہ ہو پائے، کیونکہ پھر ان اربابِ اقتدار کا ٹھکانہ یا سحرِ عرب ہوگا یا خلیج بنگالہ۔

(د): توحید سے مسلمانوں کو بیگانہ رکھنے کے لیے کیا تدبیر کی گئی! ملّاؤں اور پیروں نے انہیں فقہ اور علمِ کلام کی بحثوں میں الجھادیا۔

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے؟ فقط اک مسئلہ علمِ کلام

ہندوستان کی دیگر اقوام آج بھی آزادی حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں لیکن وہاں بھی کروڑوں رسمی مسلمان اپنی اپنی اغراض میں گم ہیں۔ ہندوستان میں تکفیر و تفسیق کا بازار گرم ہے اور ہندوؤں کا آئینۂ ضمیر تاریک ہو چکا ہے۔

باقی نہ رہی تجھ میں وہ آئینۂ ضمیری
اے کشتۂ سلطانی و ملّائی و پیری

''کفار'، جہد اللبقاء میں مصروف ہیں۔ کچھ لوگ اسلام کی رسوائی کے درپے ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کے دماغوں میں مختلف اقسام کے بت جاگزیں ہیں، قرآنِ مجید کا مصرف صرف اس قدر ہے کہ

کہ از یٰسینِ اوٗ آساں بہ میرند

دراصل شخصیت پرستی کا بازار گرم ہے، عقلِ سلیم معطل ہو چکی ہے۔ غور و فکر کا مادہ فنا ہو چکا ہے۔ پانی پت اور کرنال دونوں شہروں میں ایک حاملِ توحید کا مزار بنا ہوا ہے اور کوئی مسلمان اتنا نہیں سوچتا بلکہ سوچ نہیں سکتا کہ ایک شخص دو مزاروں میں کس طرح دفن ہو سکتا ہے؟ ایک مذہب کے لوگ خدا کا بیٹا مان کر شرک کرتے ہیں۔ میں نے بچشمِ خود دیکھا ہے کہ کچھ مسلمانوں نے ایک انسان کو غیر انسانی صفات سے متصف کردیا۔ وہ پانی پت میں بھی ہے اور کرنال میں بھی۔

سمجھ میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بتخانہ ہو تو کیا کہیے

مقبوضہ کشمیر کے مختلف علاقوں میں بھارتی فوج کے محاصرے،تلاشیاں اور چھاپوں کے دوران پرتشدد کارروائیاں جاری

جعلی جھڑپوں میں 3 کشمیری نوجوان شہید،متعدد جائیدادیں ضبط،درجن کے قریب نوجوان گرفتار

وادی کشمیر میں نفسیاتی دباؤ کی وجہ بھارتی فوج کی خودکشیوں کا بڑھتا ہوا رجحان

3 بھارتی فوجی اہلکار ہلاک،2007ء سے خودکشی کرنے والے بھارتی فوجیوں اور پولیس اہلکاروں کی تعداد بڑھ کر 630 تک پہنچ گئی

ہمایوں قیصر

16 جون 2025۔۔۔ضلع کپواڑہ کے علاقے ماور بالا قلم آباد میں بھارتی قابض انتظامیہ نے ایک اور کشمیری حریت رہنماء عبدالحمید لون کی چار کنال پر مشتمل آبائی زرعی اراضی ضبط کر لی ہے۔عبدالحمید لون نے بھارتی مظالم سے تنگ آ کر نوے کی دہائی میں آزاد کشمیر کی طرف ہجرت کی تھی اور وہ کئی دہائیوں سے آزاد کشمیر میں مہاجرت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

17 جون 2025۔۔۔ضلع سرینگر کے بادامی باغ علاقے میں ایک بھارتی فوجی نائیک پی کمار نے اپنے ہی کیمپ میں پھندہ لگا کر خودکشی کر لی ہے۔اس واقعے سے جنوری 2007 سے مقبوضہ جموں وکشمیر میں خودکشی کرنے والے بھارتی فوجیوں اور پولیس اہلکاروں کی تعداد بڑھ کر 630 ہوگئی ہے۔

21 جون 2025۔۔۔ضلع بانڈی پورہ علاقے کیتسن بنلی پورہ میں ایک ناکے پر بھارتی پولیس نے ایک عام شہری بشیر احمد ساکنہ آلوسہ بانڈی پورہ کو گرفتار کرلیا ہے۔بھارتی پولیس نے انکی گرفتاری کا جواز فراہم کرنے کیلئے انہیں ایک عسکری تنظیم کا کارندہ قرار دیا ہے اور انکے قبضے سے گولہ بارود برآمد کرنے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔

21 جون 2025۔۔۔بدنام زمانہ بھارتی تحقیقاتی ایجنسی''این آئی اے'' نے پہلگام کے علاقے میں دو نوجوانوں پرویز احمد جوتھر اور بل پارک پہلگام کے بشیر احمد جوتھر کو پہلگام واقع میں ملوث تین افراد کو پناہ دینے کے الزام میں گرفتار کرلیا ہے۔بھارتی فوج نے ضلع سانبہ کے گاوں بڑودی میں ایک خاتون سمیت چار افراد گرفتار کر لیے ہیں۔یاد رہے کہ بھارتی فوج نے پہلگام واقعے کے بعد مقبوضہ جموں وکشمیر میں اب تک 4 ہزار کے لگ بھگ لوگ گرفتار کیے ہیں جن میں زیادہ تر نوجوان شامل ہیں۔

23 جون 2025۔۔۔بھارتی ایجنسی (این آئی اے) نے بھارتی فوج کے ہمرہ ایک چھاپے کے دوران ضلع اودھمپور کے علاقے بسنت گڑھ کے رہائشی محمد شفیق کی آبائی زرعی اراضی کالے قانون کے تحت ضبط کی ہے۔واضح رہے کہ محمد شفیق کو گزشتہ سال ایک جھوٹے مقدمے میں گرفتار کیا گیا تھا اور وہ اب اودھمپور جیل میں قید ہے۔

24 جون 2025۔۔۔بھارتی پولیس نے سرینگر کے زڈی بل علاقے میں امام بارگاہ کے مرکزی دروازے کے باہر سڑک پر اسرائیلی پرچم کی گریفٹی بنانے پر تین نوعمر بچیوں سے تفتیش کی ہے۔بھارتی پولیس نے بنائی گئی اسرائیلی پرچم کی گریفٹی مٹادی اور تین مقامی نوعمر بچیوں کو پولیس سٹیشن میں طلب کیا جہاں انہیں ہراساں کیا گیا اور مستقبل میں اسرائیل کے خلاف احتجاج نہ کرنے کی ہدایت کی گئی۔

25 جون 2025۔۔۔بھارتی پولیس نے کالے قانون کے تحت ضلع کپواڑہ کے ہندواڑہ بگٹ پورہ نیو کالونی میں جماعت اسلامی (جے آئی) کے ایک کارکن محمد امین شاہ کے گھر پر چھاپہ مارا۔پویس نے گھر میں گھس کو تلاشی لی اور جائیداد کی دستاویزات،دینی کتب،موبائل فون اور دیگر ڈیجیٹل آلات ضبط کر لیے۔ضلع جموں میں بھارتی پولیس نے ایک شہری سے غیر انسانی سلوک کرتے ہوئے اسے جوتوں کے ہار پہنا کر پولیس گاڑی کے بونٹ پر بٹھا کر سڑکوں پر پریڈ کرا کے انسانیت کی تذلیل کر دی۔مذکورہ شخص وادی کشمیر کا رہائشی تھا اور پولیس نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ وہ ایک بدنام زمانہ مجرم ہے۔

26 جون 2025۔۔۔ضلع ادھمپور کے بسنت گڑھ علاقے میں ایک جعلی مقابلے میں بھارتی فوجیوں نے دہشت گردی کی کارروائی کے دوران ایک کشمیری نوجوان کو شہید کر دیا ہے۔ضلع سانبہ میں بھارتی فوج کی حمایت یافتہ ملیشیا ویلج ڈیفنس گارڈز (وی ڈی جی) کے ایک رکن نے خودکشی کر لی ہے۔47 سالہ

> ضلع سرینگر کے بادامی باغ علاقے میں ایک بھارتی فوجی نائیک پی کمار نے اپنے ہی کیمپ میں پھندہ لگا کر خودکشی کر لی ہے۔اس واقعے سے جنوری 2007 سے مقبوضہ جموں وکشمیر میں خودکشی کرنے والے بھارتی فوجیوں اور پولیس اہلکاروں کی تعداد بڑھ کر 630 ہوگئی ہے۔

ویلج ڈیفنس گارڈ اوم کارناتھ نے ضلع کے علاقے گھگوال کے نیکلا گاؤں میں اپنے گھر کے اندر اپنی رائفل سے خود کو گولی مار کر خودکشی کی۔

27 جون 2025۔۔۔بھارتی حکام نے ضلع بارہمولہ کے علاقے سوپور میں تین کشمیری نوجوانوں عرفان محی الدین ڈار،محمد آصف خان اور گوہر مقبول راتھر نامی افراد پر''پی ایس اے'' لاگو کر دیا۔تینوں نوجوانوں کو جموں خطے کی کوٹ بھلوال جیل میں منتقل کیا گیا ہے۔بھارتی حکام نے انکی گرفتاری اور کالا قانون لاگو کرنے کا جواز فراہم کرنے کیلئے ان پر بھارت کی سلامتی کے خلاف سرگرمیوں میں ملوث ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔

29 جون 2025۔۔۔مقبوضہ کشمیر میں بھارتی افواج اور پولیس نے ضلع سرینگر میں 32 مختلف مقامات پر چھاپے مارے۔یہ

چھاپے انسانی حقوق کے کارکنوں اور آزادی پسندوں کے گھروں پر مارے گئے۔ بھارتی پولیس نے دعویٰ کیا کہ یہ چھاپے کالے قانون"یو اے پی اے" کے تحت درج کیسز کی تحقیقات کے سلسلے میں مارے گئے۔ یاد رہے پولیس نے گزشتہ دو ماہ کے دوران 200 سے زائد مقامات پر چھاپے مارے ہیں اور بڑی تعداد میں لوگوں پر جھوٹے مقدمات درج کئے ہیں۔

30 جون2025۔۔۔ضلع راجوری کے کیری علاقے میں بھارتی فوج نے ایک محاصرے کے دوران مجاہدین کے ایک گائیڈ کو شہید کرنے کا دعویٰ کیا ہے جبکہ ایک مجاہد کو اس دوران گرفتار کیا گیا۔ دو کشمیری نوجوانوں کو شہید اور ایک کو گرفتار کر لیا۔ضلع پلوامہ کے علاقے پامپور میں بھارتی پولیس نے محمد مقبول وانی نامی ایک نظر بند کارکن کے گھر پر چھاپہ مارا۔ بھارتی پولیس نے اس دوران مکینوں کو ہراساں کیا اور موبائل فونز اور ڈیجیٹل آلات سمیت اہم دستاویزات کو اپنے قبضے میں لے لیا جبکہ پولیس اہلکاروں نے گھریلو سامان کی توڑ پھوڑ کی۔

1 جولائی 2025۔۔۔سرینگر کے لال چوک علاقے میں عوام نے بھارت اور مقبوضہ کشمیر کی جیلوں میں کشمیری نوجوانوں کی طویل نظر بندی کے خلاف مظاہرہ کیا۔ بھارتی پولیس کی طرف سے مظاہرین پر منتشر ہونے کی ہدایت کے باوجود انہوں نے اپنا مارچ جاری رکھا۔ پولیس اہلکاروں نے مظاہرین کو روک کر متعدد شہریوں کو گرفتار کر لیا۔ بھارتی افواج نے ضلع پلوامہ کے علاقے ترال میں تلاشی آپریشن کے دوران دو نوجوان گرفتار کر لیے ہیں۔ بھارتی فوج نے نوجوانوں کی گرفتاری کا جواز فراہم کرنے کیلئے انہیں عسکریت پسندوں کے کارندے قرار دیا ہے۔ ضلع کولگام کے علاقے میں بھارتی پولیس نے ایک معروف استاد اور سماجی کارکن ڈاکٹر باری کو تھانے میں طلب کرنے کے بعد وہاں حراست میں لے لیا اور بعد ازاں ان پر کالا قانون لاگو کیا گیا۔ یاد رہے ڈاکٹر نائیک گورنمنٹ ڈگری کالج ادھم پور میں جغرافیہ کے اسسٹنٹ پروفیسر کے طور پر خدمات انجام دے چکے ہیں۔

7 جولائی 2025۔۔۔ضلع راجوری کے سولکی گاؤں میں ایک بھارتی فوجی نے کمپنی ہیڈ کوارٹر کے اندر اپنی سروس رائفل سے خود کو گولی مار کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

9 جولائی 2025۔۔۔بھارتی پولیس نے ضلع کپواڑہ کے لولاب علاقے میں ایک کشمیری حریت رہنما غلام رسول شاہ کی 5 کنال 3 مرلے پر مشتمل زرعی اراضی کو کالے قانون"یو اے پی اے" کے تحت ضبط کیا ہے۔ضلع پونچھ کی ڈسٹرکٹ جیل میں بھارتی پولیس اہلکاروں کی طرف سے طاقت کے وحشیانہ استعمال سے

جیل میں ایک کشمیری سیاسی قیدی زخمی ہوگیا ہے۔ جیل میں بھارتی پولیس اہلکاروں نے کشمیری سیاسی قیدیوں کی طرف سے الگ بیرک کے مطالبے پر انہیں لاٹھی چارج سمیت طاقت کے وحشیانہ استعمال کا نشانہ بنایا، جس سے ایک سیاسی نظر بند عادل حامد ڈار ساکن شوپیاں شدید زخمی ہوگیا۔ جیل حکام نے اضافی پولیس اہلکاروں کو بھی تعینات کر دیا ہے۔ واضح رہے کہ پونچھ ڈسٹرکٹ جیل میں کشمیری نظر بندوں کو جیل انچارج خالد امین کی طرف سے ظلم وتشدد اور مذہبی پابندیوں کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ کشمیری نظر بندوں کو زبردستی داڑھیاں منڈوانے کا حکم دیا گیا ہے اور جیل میں قرآن پاک کی تلاوت پر بھی پابندی عائد ہے۔ یاد رہے پولیس افسر خالد امین جیل میں حریت کارکن ضیا مصطفی کے دوران حراست قتل میں ملوث ہے۔

10 جولائی 2025۔۔۔ضلع پلوامہ سے ایک 54 سالہ ڈرائیور سجاد احمد شاہ ساکن کپواڑہ پنزگام کی لاش پر اسرار حالت میں کدل بل پامپور سے برآمد ہوئی ہے۔

11 جولائی 2025۔۔۔مقبوضہ جموں وکشمیر میں قابض انتظامیہ نے کل جماعتی حریت کانفرنس کے سینئر رہنما میر واعظ عمر فاروق کو جامع مسجد سرینگر میں نماز جمعہ ادا کرنے کی اجازت نہیں دی اور انہیں گھر میں نظر بند رکھا۔ قابض انتظامیہ نے میر واعظ عمر فاروق کی طرف سے جامع مسجد میں نماز جمعہ کے خطبے میں 13 جولائی 1931 کے شہداء کو خراج عقیدت پیش کرنے کے پیش نظر انہیں گھر میں نظر بند کر دیا تاکہ وہ اس تقریب میں شرکت کرنے سے باز رہیں۔

12 جولائی 2025۔۔۔بھارتی پولیس نے ضلع بانڈی پورہ کے علاقے پتو شاہی میں کالے قانون"یو اے پی اے" کے تحت ایک اور کشمیری مسلمان حاشر رفیق پرے نامی شہری کی 1 کنال اور 18 سے زائد مرلہ اراضی اور 1 رہائشی مکان ضبط کر لیا ہے۔ جائیداد کی مالیت ساڑھے تین کروڑ 59 لاکھ بتائی جارہی ہے۔ یاد رہے کہ مودی حکومت نے 25 اگست 2019 میں مقبوضہ جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت کے خاتمے کے بعد کشمیری مسلمانوں کی زمینوں، مکانوں اور دیگر املاک پر قبضے کا سلسلہ تیز کر دیا ہے جسکا مقصد انہیں معاشی طور پر مفلوک الحال بنانا اور ضبط شدہ جائیدادیں غیر کشمیری بھارتی ہندوؤں کو دیکر علاقے میں آبادی کے تناسب کو تبدیل کرنا ہے۔

14 جولائی 2025۔۔۔ضلع گاندربل کے زیڈ موڑ کے قریب ایک سڑک حادثے میں بھارتی فوج کی گاڑی الٹنے کے دوران تین فوجی اہلکار زخمی ہوگئے۔